صحافت اور اسکی شرعی حدود

مجموعہ تحریرات

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ادارہ اسلامیات کراچی لاہور

صحافت اور اُسکی شرعی حدود

مجموعہ تحریرات

حکیم الامت حضرۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مفتی اعظم پاکستان حضرۃ مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ

مفتی اعظم پاکستان حضرۃ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ادارۂ اسلامیات کراچی لاہور

پہلی بار۔ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ بمطابق اگست ۲۰۰۱ء
باہتمام۔ اشرف برادران سلمہم الرحمان

پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز

ادارہ اسلامیات موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی فون:7722401
ادارہ اسلامیات 190 انارکلی، لاہور، پاکستان فون:7353255
ادارہ اسلامیات دینا ناتھ مینشن مال روڈ لاہور فون:7324412

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف: ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم: جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
دارالاشاعت: ایم، اے، جناح روڈ کراچی
بیت الکتب: نزد اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
بیت العلوم: ۲۰ نابھہ روڈ لاہور
ادارۃ تالیفات اشرفیہ: بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر
ادارہ تالیفات اشرفیہ: جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد بہاولنگر

عرضِ ناشر

زیرِ نظر رسالہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ اسلامی صحافت کے شرعی احکام سے متعلق چار اکابر علماء کی تحریرات کا مجموعہ ہے۔

(۱)......مدیران جرائد سے ایک گذارش

تحریر: شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

(۲)......صحافت کے اسلامی آداب واصول

تحریر: مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

(۳)......آداب الاخبار

تحریر: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ مفتیٔ اعظم پاکستان

(۴)......اخبار بینی

تحریر: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

(۵)......ضمیمہ اخبار بینی

تحریر: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی

جامعہ دار العلوم کراچی کے فاضل تخصص فی الافتاء مولانا محمد قاسم ''ملتانی'' صاحب سلمہٗ نے ان تحریرات کو ترتیب دیا ہے اور رسالہ ''اخبار بینی'' پر مفید حاشیہ بھی تحریر کیا ہے، جس میں مشکل الفاظ کی تشریح، قرآنی آیات اور احادیثِ شریفہ کا حوالہ اور موضوع سے متعلق مزید احادیثِ طیبہ کی نشاندہی کر کے اس قدیم رسالہ کو آسان

اور مفید تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائیں اور اس مجموعہ کو ہدایت اور نفع کا ذریعہ بنا کر صحافت کے شعبہ سے وابستہ حضرات کو قرآن وسنت کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیقِ خاص سے نوازیں۔ آمین

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

فہرست مضامین

مدیرانِ جرائد سے

''ایک گذارش''

تحریر

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

سابق جج شریعت اپیلیٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان
شیخ الحدیث ونائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

(اداریہ ماہنامہ ''البلاغ'' ماہِ صفر ۱۳۹۶ھ)

مدیرانِ جرائد سے

از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

صحافت کسی قوم کے ذہن کی تعمیر و تخریب میں جو اہم کردار ادا کرتی ہے وہ کسی ہوشمند انسان سے مخفی نہیں، موجودہ دور میں اخبارات و رسائل ایسی چیزیں ہیں جن سے کوئی پڑھا لکھا گھرانہ خالی نہیں ہوتا، لہذا ان کے ذریعے صحیح بات کو گھر گھر پہنچایا جاسکتا ہے۔ خاص طور سے روزانہ اخبارات آج کل زندگی کا لازمی جزو بن کر رہ گئے ہیں، یہاں تک کہ جو اَن پڑھ لوگ ان کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے وہ بھی ان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہو کر رہتے ہیں۔

ان حالات میں اخبارات کے اربابِ ادارت اور اصحابِ انتظام پر پوری قوم کی زبردست ذمہ داری عائد ہوتی ہے، انہوں نے زندگی کے جس شعبہ کو اختیار کیا ہے وہ محض ایک تجارتی پیشہ یا ایک ذریعۂ معاش نہیں ہے، بلکہ قوم کی ذہنی قیادت و

رہنمائی کا ایک ایسا منصب ہے جو بڑی نازک ذمہ داریوں کا حامل ہے، کسی انسان کی معاشی ضروریات اگر کسی قوم یا اجتماعی خدمت کے ساتھ وابستہ ہو جائیں تو یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے کیونکہ اس مقام پر اس کی دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی ایک ہی کام سے حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کام کو خالص تجارت قرار دے کر اس کے اجتماعی فوائد کو تجارتی منافع کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔

افسوس ہے کہ جب ہم اس نقطۂ نظر سے اپنے ملک کی صحافت کا جائزہ لیتے ہیں تو حسرت اور مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ پچھلے اٹھائیس سال میں ہماری صحافت نے نئی نسل کا مزاج بگاڑنے، اس کے اخلاق خراب کرنے اور اسے نفسانی خواہشات کا غلام بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ایک صحافی کا فرض یہ ہے کہ وہ جس بات کو اپنے قومی حالات کے لحاظ سے حق سمجھتا ہے اسے بے خوف و خطر حق کہے اور اس کے اظہار میں کسی لالچ یا خوف کو حائل نہ ہونے دے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہماری صحافت میں حق و ناحق کے فیصلے اکثر و بیشتر حکومت یا عوام کے تیور دیکھ کر کئے جاتے رہے ہیں۔

ہمارے اربابِ صحافت کا ایک گروہ وہ ہے جو ہر صاحبِ اقتدار کی مدح و توصیف اور اس کے ہر قول و فعل کی توثیق و تصویب کا خوگر رہا ہے، یہاں تک کہ ایسی مثالیں ہماری صحافت میں ایک دو نہیں بے شمار ہیں کہ ایک شخص کسی صاحبِ اقتدار کو اس کے عہدِ حکومت میں آفتاب و مہتاب قرار دیتا ہے اور اس کے ہر جائز و ناجائز فعل پر "احسنت و مرحبا" کی صدائیں بلند کرتا ہے لیکن جب اس کا اقتدار ڈھلتا ہے اور اس کا کوئی مخالف حکومت کی کرسی سنبھالتا ہے تو اسے بدترین آمر اور اس کے عہدِ حکومت کو بدترین عہدِ حکومت قرار دینے میں اسے کوئی باک محسوس نہیں ہوتا۔

دوسری طرف اہلِ صحافت کا ایک گروہ وہ ہے جس کا مطمحِ نظر عوامی مقبولیت اور عوام کی تحسین و آفرین کا حصول ہے اور اس مقصد کے لئے وہ عوام کی رہنمائی کرنے کے بجائے ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے اور ہر ایسی بات کہنے سے پرہیز کرتا ہے جس سے عام لوگوں کی تعریف و توصیف حاصل نہ ہو سکے، ہماری شامتِ اعمال یہ ہے کہ ہمیں ایسے حکمراں کبھی میسر نہیں آسکے جنہیں عام ہر دلعزیزی حاصل ہو، اس کے نتیجے میں ملک کی فضا کچھ ایسی بن گئی ہے کہ حکومت کے خلاف لکھنے والا عوام میں ہیرو بنتا ہے اور بات کی ذاتی خوبی و خرابی سے قطع نظر مجرد حکومت کی مخالفت پر عوامی تحسین و آفرین حاصل ہوتی ہے، چنانچہ بعض اہلِ صحافت نے حکومت کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے اور بسا اوقات اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ایسا کرنا ہمارے اجتماعی مقاصد کے لئے ضروری یا مفید ہے، بلکہ اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اس کے صلے میں عوام کی طرف سے حق گوئی و بیباکی کے خطابات وصول ہوں گے اور گلے میں تحسین و تبریک کے ہار ڈالے جائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کی جو فکری رہنمائی اخبارات کے ذریعے ہو سکتی تھی وہ حکومت کے موافق قسم کے اخبارات سے حاصل نہیں ہوتی۔

پھر اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ آج کے اخبارات اپنا ظاہری ڈھانچہ اور اخلاقی ضابطہ کار مرتب کرتے وقت کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ قوم پر اور خاص طور سے ناپختہ ذہنوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ ہمیں یہ لکھتے ہوئے انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ تجارتی منافع کی دوڑ میں ہماری صحافی برادری نے عفت اور اخلاق کی ہر قدر کو پامال کر ڈالا ہے، عریانی و فحاشی کو فروغ دینے میں ہر اخبار دوسرے سے آگے نکل جانے کی فکر میں ہے، سینما کے اشتہارات کا حصہ جس قدر متعفن اور اخلاقی جذام کا حامل ہوتا ہے وہ تو کسی تشریح کا محتاج ہی نہیں، عام خبروں کا

حصہ بھی ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شریف اور باحیا انسان اسے اپنے بچوں کے سامنے نہیں پڑھ سکتا، اخلاقی جرائم کی خبریں بہت ممتاز اور نمایاں کر کے شائع کی جاتی ہیں اور ان کی تفصیلات مزے لے لے کر قسط وار بیان ہوتی ہیں اور کچھ نہیں تو کسی غیر ملکی فاحشہ کی کسی معمولی نقل وحرکت کی خبر شائع کرنے کے بہانے اس کی نیم عریاں تصویر شائع کر دی جاتی ہے، خاص طور سے شام کے اخبارات نے تو اس معاملہ میں قیامت ہی ڈھا رکھی ہے اور ان کا کوئی شمارہ اس قسم کی اخلاق سوز تصویروں سے خالی نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی غیر ملکی شہزادی نے کسی شخص سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے ہیں یا کوئی مشہور خاتون کسی جزیرے میں اپنے شوہر کے ساتھ ہنی مون منا رہی ہے تو پاکستان کے نوجوانوں نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کی تفصیلات سنا سنا کر ان کا ذہن خراب کیا جائے اور یہ ایسی کونسی خبر ہے جس سے واقف ہونا اہل پاکستان کے لئے ناگزیر ہے؟ یا اگر کسی ایکٹر اور ایکٹریس میں باہمی ناچاقی کے بعد کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے تو پاکستان کی نوخیز نسل کے ذمہ کیا فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کی تمام تفصیلات سے باخبر ہو، لیکن ہمارے اخبارات ہیں کہ اس نوع کی خبروں کو چار دانگ عالم سے اکٹھا کر کے ان کا سڑا ہوا ملغوبہ ہمارے نوجوان نسل کے آگے اس طرح ڈالتے ہیں جیسے دنیا بھر میں اس سے اہم خبر کوئی نہیں۔

صحافت کو محض ایک ذریعہ تجارت بنا لینا بجائے خود ایک مذموم حرکت ہے لیکن ناپختہ ذہنوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر معاشی منافع حاصل کرنا تجارت کی بھی سب سے بدتر اور سب سے گھناؤنی قسم ہے چہ جائیکہ صحافت جیسے مقدس کام کو اس سے ناپاک کیا جائے۔

لیکن افسوس اور صد افسوس! کہ ہماری صحافت میں اس پاکی اور ناپاکی کا احساس عنقاء ہوتا جارہا ہے اور روز بروز اس خطرناک طرزِ عمل کی سنگینی میں اضافہ ہورہا ہے، گذشتہ چند سالوں میں نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اس کا اندازہ کرنے کے لئے آج سے بیس سال پہلے کے اخبارات کا موازنہ آج کے اخبارات سے کرکے دیکھ لیجئے، اندازہ ہو جائے گا کہ عریانی اور فحاشی کے جذام نے کس رفتار سے ہماری صحافت میں سرایت کی ہے؟

آج کی نشست میں ہم اپنے ملک کے مدیرانِ جرائد سے یہ التجاء کرنا چاہتے ہیں کہ خدارا اس ستم رسیدہ قوم کی حالت پر رحم کیجئے جو مادّی اور اخلاقی اعتبار سے گوناں گوں تباہیوں کا سامنا کررہی ہے، یہ قوم نہ اپنے مزاج و مذاق اور دین و مذہب کے لحاظ سے ان عیاشیوں کی متحمل ہے اور نہ اس کے مادی وسائل و ذرائع اس کی اجازت دیتے ہیں، دنیا کی دوسری اقوام عریانی و فحاشی اور عیش پرستی اختیار کرکے دنیا میں کچھ روز مزے اڑا سکتی ہے لیکن یہ مسلمان قوم جس کا خمیر کلمہ ''لاالٰہ الا اللہ'' سے اٹھا ہے اس کے لئے عیش و نشاط اور طاؤس و رباب کا راستہ اختیار کرنے کے بعد تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکری قیادت و منصب عطا کیا ہے، آپ اپنی مخلصانہ جد و جہد کے ذریعے اس قوم کو اخلاق و شرافت کے بامِ عروج تک لے جاسکتے ہیں اور پھر انسانیت کی خدمت کے لئے اس قوم کے سارے کارنامے آپ کے نامۂ اعمال میں لکھے جاسکتے ہیں، آپ کا فریضہ یہ ہے کہ اگر نئی نسل کسی غلط سمت کا رخ کررہی ہے تو آپ اپنی حکمت و بصیرت اور اپنی محبت و شفقت سے اس کا رخ بدلنے کی کوشش کریں نہ یہ کہ بے راہ روی میں اس کی حوصلہ افزائی کے مرتکب ہوں، آپ کے اسلاف نے آپ کو غیرت و حمیت اور عفت کی میراث عطا کی تھی لیکن آپ اپنے بچوں

کے لئے کیا چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں؟ بے حیائی؟ بداخلاقی؟ آبرو باختگی؟ یا ذلت و رسوائی؟

آپ کی نگاہ اس تھوڑی سی زائد آمدنی پر ہے جو اس قسم کے فحش و عریاں مضامین اور اشتہارات کے ذریعے حاصل ہوتی ہے لیکن خدا کے لئے سوچئے کہ کیا یہ تھوڑی سی زائد آمدنی جو مسلسل نئی نسل کے اخلاق تباہ اور ذہن برباد کر رہی ہے، ضمیر کو سکون اور روح کو قرار عطا کر سکتی ہے؟ یہ ساری آمدنی اور اس کے ذریعہ تعمیر ہونے والے عشرت کدے تو بالآخر یہیں رہ جائیں گے لیکن آخرت میں اس کے سنگین نتائج اور دنیا میں اس کی انمٹ بدنامی کبھی ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

"ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا و الآخرة" (النور: ۱۹)

"بلاشبہ جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت (دونوں) میں دردناک عذاب ہے"

(القرآن)

لہٰذا خدا کے لئے اپنے اخبارات کے طرز عمل پر نظر ثانی کیجئے، ان میں اخلاقی جرائم کی خبریں، فحش مضامین اور عریاں اشتہارات کو بند کیجئے، صاف ستھری صحافت کو فروغ دیجئے، قوم کو عریانیت پر مائل کرنے کی بجائے اس میں علم و ادب کا پاکیزہ مذاق پروان چڑھائیے اور ان میں ایک ایسا مستحکم ملی شعور پیدا کیجئے جو اس قوم کو خودداری، غیرت و حمیت اور تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کر سکے۔

اس صورت حال کی بہت بڑی ذمہ داری اخبارات کے قارئین پر عائد ہوتی ہے، ابھی تک ان قارئین میں اکثریت ان حضرات کی ہے جو اخبارات کی اس روش

سے نہ صرف یہ کہ خوش نہیں ہیں بلکہ اس سے بیزار ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم سب اپنی بیزاری کے جذبات کو دل ہی دل میں گھونٹ کر رہ جاتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ انہیں اپنی نجی مجلسوں تک محدود رکھتے ہیں اور ان کا اظہار اخبارات کے منتظمین پر نہیں کرتے، مدیران جرائد کو نہ شخصی ملاقاتوں کے ذریعے اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے نہ ان کے پاس اس موضوع کا کوئی خط پہنچتا ہے اور نہ کسی اور طریقے سے انہیں اس طرز عمل پر متنبہ کیا جاتا ہے۔

ہماری گذارش یہ ہے کہ اگر آپ اخبارات کی اس روش کو برا سمجھتے ہیں، اگر آپ کے نزدیک صحافت کا یہ طرز عمل ہماری نوخیز نسل کو خراب کر رہا ہے اور آپ کو ان ناپختہ ذہنوں پر کوئی ترس آتا ہے تو اپنے ان جذبات کو اپنے تک محدود رکھنے کی بجائے صحافت کے ارباب حل وعقد تک پہنچایئے، ان سے ملاقات کے لئے شہریوں کے وفود بنایئے، انہیں خطوط لکھئے اور ان سے مطالبہ کیجئے کہ وہ اس طرز عمل سے باز آئیں، اس کام کو صرف علماء اور دینی اداروں کے حوالہ کر کے مطمئن ہو جانا کسی طرح آخرت کی ذمہ داری سے سبک دوش نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

(بشکریہ "البلاغ" ماہ صفر ۱۳۹۶ھ)

صحافت کے اسلامی آداب واصول

''ایک گفتگو''

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم العالی سے خصوصی گفتگو

مرتب

مولانا عبدالمنتقم سلہٹی سلمہ اللہ تعالیٰ

تحریک پاکستان کے عظیم رہنما مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی قدس اللہ سرہ کے فرزند ارجمند مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کی شخصیت دینی علوم وفنون اور تعلیم وتربیت کا ایک معتبر حوالہ ہے، موصوف کی ذات ایک مدبر عالم دین، باریک بیں مفتی، مثالی منتظم اور صاحب بصیرت دانشور کا مثالی نمونہ ہے۔ ہفت روزہ ''فاتح'' کے آغاز کے موقع پر آپ نے زیر نظر انٹرویو دیا، جو بتاریخ ۲۲ تا ۲۸ ستمبر ۹۹ء کو اسی ہفت روزہ میں شائع ہوا، اس میں حضرت مفتی صاحب نے موجودہ صحافت کو منفی رجحانات سے پاک کرنے کے لئے جو مفید گفتگو پیش کی اور کارآمد اصول بیان کیے، وہ ان کے ارفع علمی مقام اور اعلیٰ اصلاحی حیثیت کے آئینہ دار ہیں۔ اگر ہمارے ارباب صحافت اور اصحاب نشرواشاعت اپنے کردار واخلاق سے ان زریں نصیحتوں کا کوئی قابل تقلید عملی نمونہ پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس پر آشوب معاشرے میں اس کے انقلاب آفریں اثرات کھلی آنکھوں محسوس کیے جاسکیں گے، من وعن اسے اس رسالہ کی زینت بنایا جارہا ہے۔ احقر نے اس میں صرف مختصر عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔ محمد قاسم ملتانی غفر اللہ لہ

صحافت کے اسلامی آداب واصول

ایک گفتگو

س: ہفت روزہ ''فاتح'' کے آغاز کے موقع پر آپ کا خصوصی پیغام کیا ہے؟

ج: یہ بات میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ جناب صلاح الدین شہید کے دیرینہ رفیقِ کار جناب ثروت جمال اصمعی ''فاتح'' کے نام سے ایک ہفت روزہ میگزین کا اجرا کر رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ وہ اس ہفت روزہ میں جناب صلاح الدین کی ان خوبیوں کو اپنے لئے مشعلِ راہ قرار دیں گے، جن کی بناء پر ملک وملت کا درد رکھنے والے اصحاب علم وحکمت اور اربابِ دین ودانش مرحوم سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتے تھے اور جن خصوصیتوں کی بناء پر ان کے ہفت روزہ نے پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں ایک خاص مقام حاصل کیا تھا۔

صحافت کے اسلامی آداب واصول

س: اس موقع کی مناسبت سے صحافت کے اسلامی آداب واصول پر بھی براہِ کرم اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں؟

ج: جہاں تک اسلامی صحافت کا معاملہ ہے میرے نزدیک یہ بہت ہی مقدس اور عظیم الشان پیشہ ہے اور ملک وملت کی ایک اہم خدمت کا بہترین ذریعہ بھی۔

صحافت کا بنیادی نقطہ اور محورِ عمل

میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی صحافت کا بنیادی نقطہ اور محورِ عمل امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے، دوسرے لفظوں میں اچھائی کے فروغ اور برائی کی روک تھام کے لئے قلم کے ذریعے جد وجہد کرنا اسلامی صحافت کا بنیادی فریضہ ہے اور یہ فریضہ اتنا عظیم الشان ہے کہ قرآنِ کریم کی تصریح کے مطابق فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بجا آوری تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہوتی تھی۔

صحافت مقدس میدانِ عمل ہے

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صحافت کتنا مقدس میدانِ عمل ہے اور چونکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہی اسلامی صحافت کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے ایک داعیِ حق کی جو صفات قرآن وسنت سے معلوم ہوتی ہیں وہ تمام صفات ایک مسلم صحافی میں پائی جانی چاہئیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ صحافت کا مقصد صرف امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھائیوں کو پھیلانا اور برائیوں کو مٹانا ہی نہیں ہوتا بلکہ معلومات فراہم کرنا اور تازہ ترین سچی خبریں مہیا کرنا صحافت کا بنیادی رکن ہے تو بلاشبہ اس سے انکار نہیں کہ صحیح معلومات اور خبروں سے قارئین کو آگاہ کرنا صحافت کا بنیادی فریضہ ہے لیکن یہاں میں اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی ایک حکیمانہ بات ہدیۂ قارئین کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: کہ ہر خبر لفظوں کے اعتبار سے اگرچہ خبر ہو لیکن اس کا مقصد حقیقت میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی ترغیب ہوتا ہے مثلاً آپ کہتے ہیں کہ بھارت نے نیوٹران بم بنانے کی صلاحیت حاصل کر لی، تو کہنے کو تو یہ ایک خبر ہے، لیکن خبر کے ان الفاظ میں اہلِ پاکستان کے لئے ایک اہم پیغام پوشیدہ ہے جو حقیقت میں امر بالمعروف ہے کہ اس خطرے سے نبرد آزما ہونے کے لئے تمہیں مناسب انتظام کر لینا چاہئے، اس لئے سچی خبریں بروقت فراہم کرنے اور صحیح معلومات بہم پہنچانے سے بھی مآل کار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقصد حاصل ہوتا ہے، لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان صحافی کی ذات ان تمام اوصاف و کمالات کا جامع نمونہ ہونا چاہئے جو ایک داعی حق کے لئے قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں۔

ناساز حالات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

قرآن و سنت میں داعی حق کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ داعی حق کو ناساز حالات سے دلگیر و مایوس ہو کر اپنا کام چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ حق بات پھیلانے کی کوشش انتہائی مایوس کن ماحول میں بھی

جاری رکھنی چاہئے، کیونکہ اچھائی کے فروغ کے لئے کی جانے والی جد و جہد رائیگاں نہیں جاتی، بالآخر اس کا اثر ہو کر رہتا ہے، بشرطیکہ اس عظیم ذمہ داری کی نزاکتوں کا پورا خیال رکھا جائے۔

نصیحت رائیگاں نہیں ہوتی

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ملفوظ جو میں نے اپنے والد ماجدؒ سے سنا یہ ہے کہ لوگوں کا یہ خیال کہ موجودہ دور میں وعظ و نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، ہرگز درست نہیں، کیونکہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے

''وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ''

یعنی ''تم نصیحت کرو بیشک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے''

اس لئے یہ کہنا کہ موجودہ حالات میں نصیحت کی باتیں مفید نہیں ہوتیں، قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق درست نہیں ہے۔

افادیتِ صحافت کی تین شرائط

البتہ وعظ و نصیحت کی افادیت ظاہر ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط

پہلی شرط یہ ہے آپ جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ حق ہو، بات خود غلط نہ ہو۔

دوسری شرط

دوسری شرط یہ ہے کہ نیت حق ہو کہ بات خیر خواہی کے جذبے سے کہی جائے، اپنی بڑائی

اور بہادری جتلانا یا مخاطب کو ذلیل ورسوا کرنا ہرگز مقصود نہ ہو، اسی طرح بات میں مداہنت، چاپلوسی یا تعصب نہ ہو، بلکہ ایسی بات کہی جائے جو حق وانصاف کے تقاضوں پر پوری طرح اترتی ہو۔

تیسری شرط

تیسری شرط یہ ہے کہ طریقہ بھی حق ہو اور طریقہ حق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سنتِ انبیاء کے مطابق ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی میں انبیاء علیہم السلام نے حکمت واعتدال کے جو بہترین نمونے چھوڑے ہیں، ان کی تفصیلات قرآنِ کریم میں آئی ہیں۔

ایک اہم ہدایت

ان میں سے ایک خاص سبق یہ ہے کہ بات دلخراش انداز میں نہ کی جائے، شائستگی اور نرمی سے کی جائے، دلخراش اور سخت کلامی ہوگی تو بات بے اثر ثابت ہوگی، بلکہ بعض اوقات اس کا مضر اثر بھی ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جب کلمۂ حق کہنے کے لئے فرعون کے پاس بھیجا گیا تو ان کو ہدایت دی گئی ''وَقُوْلاَ لَہٗ قَوْلاً لَّیِّناً'' کہ آپ ان سے نرم بات کہیئے۔

مفتی شفیع صاحبؒ کا ایک ارشاد

ہمارے والد ماجدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کو فرعون جیسے گمراہ انسان کے سامنے سخت کلامی کی اجازت نہیں دی گئی تو ہم جو حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام سے بڑے مصلح نہیں اور

ہمارے مخاطب فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں تو ہمیں اپنے مخاطبین کے سامنے سخت کلامی کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ اس لئے کلام کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ نرم ہو، دلخراش نہ ہو۔

دوسری ہدایت

دوسری ہدایت، قرآن کریم نے یہ دی ہے "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" کہ آپ لوگوں کو حکمت ودانائی اور نصیحت کے اچھے پیرائے کے ساتھ اللہ کے راستے کی دعوت دیجئے اور اگر کسی سے مناظرہ یعنی دلائل میں مقابلہ کرنا پڑے تو اس میں بھی اچھا طریقہ اختیار کریں یعنی ایسے موقع پر علمی انداز میں مدلل اور سنجیدہ گفتگو کی جائے، جذباتی یا دلخراش انداز کلام نیز بغیر دلیل کے گفتگو سے گریز کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ اچھائی کی طرف بلانے کا طریقہ سنت انبیاء کے مطابق ہو، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ جب یہ تین شرطیں پائی جائیں گی کہ بات حق ہو، نیت حق ہو اور طریقہ بھی حق ہو، تو دعوت بے فائدہ نہیں ہوگی، ضرور اپنا رنگ لائے گی۔ اور جلد یا بدیر، کم یا زیادہ اس کا اثر بہر حال ہو کر رہے گا۔

مسلم صحافی درحقیقت "داعی حق" ہے

اگر ہمارے مسلمان صحافی ان ہدایات کو اپنا لیں اور وہ اپنا صحیح مقام پہچان لیں کہ ان کا درجہ حقیقت میں داعی حق کا درجہ ہے، تو وہ اپنے بہترین کردار کے ذریعے دنیا کو یہ بتا سکیں گے کہ ایک مسلم صحافی کا کیا مقام ہوتا ہے اور اسلامی صحافت

اور موجودہ صحافت میں کتنا بڑا فرق ہے۔

صحافی کی زبان فصاحت کے جوہر اور بلاغت کے زیور سے آراستہ ہونی چاہئے

زبان و بیان کا ایک ادب یہ ہے کہ اس میں فصاحت و بلاغت کی توانائی موجود ہو، کیونکہ فصاحت و بلاغت کے بغیر کلام اثر نہیں کرتا، چنانچہ اللہ رب العالمین نے جتنے انبیاءِ کرام مبعوث فرمائے، وہ اپنی قوم کے ہم زبان ہوتے تھے، قرآن کریم کی سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ"

"ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کی قوم کے ہم زبان بھیجا ہے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم زبان آدمی کی گفتگو محاورے کے عین مطابق ہوتی ہے اور فصاحت و بلاغت کی وجہ سے وہ مخاطب پر اثر انداز ہوتی ہے، اس لئے ایک مسلم صحافی کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس کی زبان فصاحت کے جوہر اور بلاغت کے زیور سے آراستہ ہو۔

قرآنِ کریم کی اہم ہدایت

قرآن کریم کے ارشاد:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً

یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو

میں بھی مسلمان صحافیوں کے لئے بڑی جامع نصیحت ہے، کیونکہ اس آیت میں قول کی صفت "سدید" بیان کی گئی ہے، "قول سدید" کے مختلف ترجمے کئے گئے ہیں، مثلاً

''سیدھا کام'' ''سیدھی بات'' ''راستی کی بات'' ''سچی بات'' لیکن صاحب تفسیر روح البیان علامہ کاشفیؒ کے مطابق لفظِ ''سدید'' میں مذکورہ بالا تینوں معانی خود بخود آجاتے ہیں، بلکہ سدید کے لفظ میں اس سے بھی زیادہ وسیع مفہوم پنہاں ہے، چنانچہ ان کے بقول سدید وہ قول ہے جو سچا ہو، جھوٹ کا اس میں شائبہ نہ ہو، صحیح ہو، غلطی کا اس میں احتمال نہ ہو، نرم ہو، دلخراش نہ ہو، با مقصد ہو، محض ہنسی دل لگی نہ ہو۔

صحافت خوشگوار انقلاب کا ذریعہ ہے

جب یہ چاروں صفات کسی کلام میں جمع ہوں گی تو اس کو ''قول سدید'' کے بلیغ عنوان سے تعبیر کیا جائے گا، اگر ہمارے اربابِ صحافت قرآنِ کریم کے صرف اسی ایک لفظ کو اپنے لئے مشعل راہ بنالیں تو موجودہ صحافت میں ایک خوشگوار انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔

جامع خلاصہ

صحافت کے آداب کے بارے میں قرآن وسنت کے حوالے سے جو باتیں، جتنے پہلوؤں سے آئی ہیں، ان سب کو قرآنِ کریم نے سورۂ بقرہ کی اس آیت میں جمع کردیا ہے، جس میں فرمایا گیا ''وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا'' (ترجمہ:۔ اور عام لوگوں کو نرمی سے بھلی بات کہو)

اس آیت پر مجھے قصہ یاد آیا، قیامِ پاکستان کے بعد جب ریڈیو پاکستان کراچی کی موجودہ عمارت نئی نئی تعمیر ہوئی تو اس وقت کے ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل جناب ذوالفقار علی بخاری نے میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے

آکر درخوست کی کہ ریڈیو پاکستان کے مونوگرام کے لئے کوئی قرآنی آیت تجویز فرمادیں، تو حضرت والد صاحبؒ نے سورۂ بقرہ کی آیت کا یہ ترجمہ "وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا" تجویز فرمایا تھا، چنانچہ اسی وقت سے قرآنِ کریم کا یہ جملہ ریڈیو پاکستان کے مونوگرام کے طور پر چلا آرہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اربابِ بست وکشاد کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ختم شد

آداب الاخبار

تحریر

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

موجودہ اخبارات کی خرابیوں پر حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے ایک مقالہ "اخبار بینی" کے نام سے تحریر فرمایا تھا جس میں اخبار بینی کے بے لذت گناہوں کی نشاندہی کی گئی تھی نیز حضرت رحمۃ اللہ نے ایسے شرعی اصول وضوابط جمع فرمائے جن کی پابندی کر کے اخبارات سے یہ خرابیاں دور ہو سکتی ہیں، ان اصول وضوابط کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے اپنی عبارات میں ضبط کر کے یہ مضمون مرتب فرمایا جس پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے نظر ثانی بھی فرمائی تھی۔ (جواہر الفقہ ج۲ ص ۴۶۳ تا ۴۷۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبارات وجرائد کی مذہبی ضرورت

اسلامی اخباروں کے لئے شرعی دستور العمل

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مسلمان بھی کسی وقت ایک زندہ قوم تھی، دین کی ساری ترقیات اس کے لئے وقف تھیں اس کا جو قدم اٹھتا تھا تو ایک صحیح مقصد کی طرف، جو حرکت ہوتی تو صراط مستقیم پر، غرض ہر حرکت وسکون میں ''زمن آں درو جود آید کہ باید'' کا نقشہ سامنے آجاتا تھا، اگر کبھی بظاہر کسی لغو یا عبث کام میں بھی مبتلا ہوتے تو وہاں بھی کوئی ایسا اسلامی امتیازی نشان چھوڑ آتے تھے کہ وہ سب خرابیاں کافور ہو جاتی اور یہ نیکیوں سے مالا مال ہو کر آتے اور ''ان الحسنات یذھبن السیأت'' کا پروانہ لے کر ہٹتے تھے، غرض نقصان کی جگہ میں بھی اُن کے لئے نفع کے راستے کھلے ہوئے تھے۔

لیکن آہ! کہ آج ہماری شامتِ اعمال سے عالمِ اسلام کا جغرافیہ ایسا بدلا ہے کہ شناخت مشکل ہوگئی، مسلمانوں کی دینی اور دنیوی زندگی کا نقشہ جو ہمارے سامنے ہے وہ اپنے ماضی کی صریح نقیض ہے ۔

تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی　　اب زندہ کہاں ہے باقی ساقی
میخانہ نے رنگ روپ بدلا ایسا　　میکش میکش رہا نہ ساقی ساقی

نقصان کے کاموں سے نقصان پہنچنا اور برے اعمال سے برے نتائج پیدا ہونا تو ایک طبعی اور فطری قانون ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ آج کم بخت مسلمان اگر کبھی بھولے سے کوئی نفع کا کام بھی کرتے ہیں تو اس میں بھی اپنے (حسنِ سلیقہ) سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں کرتے کبھی ایک نیکی کی توفیق ہو جاتی ہے تو جب تک اس میں دس گناہ نہیں ملائے جاتے چین نہیں آتا، آج کوئی نیک سے نیک اور ضروری سے ضروری کام ایسا نہیں جس کو ہماری بے پروائیوں نے بجائے ثواب کے ہمارے لئے صورتِ عذاب نہ بنادی ہو، آج اخبارات و جرائد اور اکثر مذہبی ادارے بھی اس غفلت شعاری کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔

اخبارات و رسائل

اگر دنیاوی اصول پر نظر کی جائے تو اخبارات و جرائد نہایت مفید اور کارآمد ذرائع اشاعت ہیں، بلکہ آج کل قومی اور اجتماعی زندگی کا جزو بن گئے ہیں، سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کے عمل میں بھی اس کے لئے اسوۂ حسنہ موجود ہے، جگر پارۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ بحوالہ ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ کے عادات و شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال فسالہ عن مخرجہ کیف کان یصنع فیہ قال کان رسول اللہ ﷺ یخزن لسانہ الافیمایعنیہ ویؤلفھم ولا ینفرھم ویکرم کریم کل قوم ویولیہ علیھم ویحذر الناس ویحترس منھم من غیر ان یطوی علی احد منہ بشرہ ولا خلقہ و یتفقد اصحابہ و یسأل الناس عما فی الناس و یحسن الحسن و یقویہ و یقبح القبح و یوھیہ ..... الحدیث (شمائل الترمذی ص ۲۳)

راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے سوال کیا جب حضور ﷺ مکان سے باہر تشریف لاتے تھے تو کیا طرزِ عمل ہوتا تھا؟ حضرت ہند ابن ابی ہالہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی یہ عادت تھی کہ مفید اور ضروری کلام کے سوا ہر کلام سے اپنی زبان روکتے تھے اور آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ الفت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے، ہر قوم کے بڑے آدمی کی تعظیم فرماتے تھے اور اپنی طرف سے بھی اس کو قوم کا متولی اور امیر بنادیتے تھے، لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے تھے اور لوگوں کے میل جول سے بچتے تھے مگر اپنا حسنِ خلق اور خندہ پیشانی کسی سے نہ روکتے تھے اور اپنے صحابہؓ کی خبر گیری فرماتے تھے اور لوگوں سے ان واقعات کو دریافت کرتے تھے جو لوگوں میں پیش آتے تھے اور ان میں سے اچھی باتوں کی بھلائی اور بری کی بُرائی اور ضعف بیان کرتے تھے۔

اور حضرت انسؓ ایک روایت میں فرماتے ہیں۔

کان اذا فقد الرجل من إخوانہ ثلاثۃ ایام سأل عنہ فان

کان غائباً دعاله وان کان شاهداً زاره وان کان مریضاً عاده۔۔(رواه ابویعلیٰ فی مسنده از کنزالعمال ج۴ص ۳۰)

حضور ﷺ جب اپنے کسی بھائی (صحابیؓ) کو دیکھتے کہ تین روز سے ملے نہیں تو لوگوں سے پوچھتے تھے کہ وہ کہاں ہیں پھر اگر وہ سفر میں گئے ہوتے تو ان کے لئے دعا فرماتے اور اگر حاضر ہوتے تو ان کی ملاقات کو تشریف لے جاتے اور مریض ہوتے تو مزاج پرسی کرتے تھے۔

(یہ دونوں حدیثیں اسوۂ نبوت میں خبروں کی تفتیش اور صحابہ کے واقعات اور حالات پر اطلاع کے) پورے اہتمام کا اعلان کر رہی ہیں، آج کل امتِ مسلمہ کے حالات پر اطلاع کا ذریعہ اخبار ہے۔

(۱) اس لئے سنتِ تفقد (خبر گیریٔ اہلِ اسلام) کے تحت میں آسکتا ہے۔

(۲) اس کے علاوہ مسلمانوں کی قومی شکایات و مظالم کو اس کے ذریعہ حکومت تک بآسانی پہنچایا جاسکتا ہے۔

(۳) مسلمانوں کے حقوق کا مطالبہ اس ذریعہ سے بسہولت کیا جاسکتا ہے۔

(۴) تبلیغی ضرورتیں اس کے ذریعے سے بخوبی ادا ہوسکتی ہیں۔

الغرض اخبارات و جرائد کا وجود اپنے رنگ وروپ میں اور اپنے دنیاوی اصول کے مطابق ہو تو بہت سے عظیم الشان فوائد کا مجموعہ بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کا رکنِ اعظم ہے۔

لیکن ہمارے شومیٔ اعمال نے جہاں پر نفع کو نقصان سے اور نیکی کو بدی سے بدل کر رکھا ہے اس مفید سلسلہ کو بھی نہایت مضر اور بدترین شکل میں تبدیل کر کے ''اثمهما اکبر من نفعهما'' کے حکم میں کردیا ہے اور آج بہت سی دینی اور دنیوی

مضرتوں کے علاوہ سب سے بڑی اور سب سے اہم مضرت وہ ہے جس سے کوئی اخبار خالی نہیں رہا اور جس کی وجہ سے اس کا طوفان عالمگیر ہو گیا ہے۔

{۱}......اول تو یہ کہ آج کل اخبار عموماً ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کو نہ دین و مذہب سے کوئی واقفیت ہے اور نہ ہمدردی اور اس کے ساتھ ہی مسئلہ پر مجتہدانہ رائے پیش کرنے کو تیار، جس کی وجہ سے لامذہبی اور ہر قسم کی بے دینی اخباروں کی اشاعت کا لازمی نتیجہ بن گیا ہے۔

{۲}......دوسرے یہ کہ اتحادِ اسلامی اور باہمی یک جہتی، محبت و اخلاص کو فنا کرنے میں آج کل اخبارات کا ایک بڑا حصہ فرقہ وارانہ جنگ و جدل جس نے ہندستان کو اختلافات کا جہنم بنا رکھا ہے اس کی بیشتر ذمہ داری انہیں اخبارات و رسائل پر ہے اور اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جنگ کا نشو و نما اخبارات و رسائل پر ہے اور جوں جوں اخبارات نے ترقی کی اختلافات ان کے نتائج لازمہ کی طرح ساتھ ساتھ بڑھے۔

آج سے پچاس برس پہلے ہندو اور مسلمان اپنے اپنے مذہبی اصول و فروع پر قائم رہتے ہوئے باہم متحد و متفق شیر و شکر ہو کر جس طرح زندگی بسر کر سکتے تھے آج دو بھائی اور اولاد و والدین کو ایسا اتحاد نصیب نہیں، آج ہر اخبار کا ایڈیٹر جب کسی جلسہ کے اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتا ہے یا کسی اخبار کا مقالہ لکھنے بیٹھتا ہے تو وہ اس فرقہ وارانہ جنگ اور باہمی اختلافات کا سخت ترین مخالف نظر آتا ہے اور لوگوں کو اس سے بچانے کے لئے موٹے موٹے الفاظ کے بوجھ میں دبا دیتا ہے لیکن کاش! کوئی ان کی خدمت میں یہ تو عرض کر دیتا کہ۔

تا کے ملامت نگہ اشکبار من　　　یکبار ہم نصیحت چشم سیاہ خویش

بخدا اگر واقعی وہ قوم کے ہمدرد ہیں اور اس کو اختلافات کے طوفان سے نکالنا

چاہتے ہیں تو ذرا انصاف کے ساتھ اس کے اسباب پر نظر ڈالیں تو انہیں مشاہدہ ہو جائے گا کہ ع ''خود سنگ خودی زراہِ برخیز'' اور وہ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

دردِ سر ماہمیں سر ماست یارے کہ بدوشِ ماست دوش ست

حضور سرورِ کائنات ﷺ اور صحابۂ کرام اپنی اسلامی برادری کے اخبار و احوال پر مطلع ہونے اور کرنے کا اہتمام اس لئے فرماتے تھے کہ مطلع ہوکر مظلوم کی دادرسی، بیمار کی عیادت، ضعفاء کی اعانت، محتاجوں کی امداد کرنے کے لئے ہر قسم کی مادی اور روحانی ذرائع استعمال کئے جائیں اور اگر کسی مادی امداد پر قدرت نہ ہو تو کم از کم دعا سے اس کے شریکِ غم ہو جائیں اور یہی تمام اسلامی تعلیمات کی روح اور مسلمانوں کی ترقیاتِ ماضیہ کا اصل راز ہے۔

لیکن آج اخبار و حالات اس لئے بہم پہنچائے جاتے ہیں کہ اگر کسی کا ایک عیب معلوم ہو تو اس کو دس گنا کر کے شائع کیا جائے، دو شخصوں میں باہمی شکر رنجی معلوم ہو تو کسی ایک جانب کے وکیل ہو کر اختلافات کی خلیج کو وسیع تر کر دیں۔

الغرض جس اخبار کو اٹھایئے اس میں ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے تو جو مہمانی سب سے زیادہ اہتمام سے پیش ہوتی ہے وہ کسی مسلمان کا گوشت (عیب اور عیب جوئی) سا کوئی جھوٹا پروپیگنڈا ہوتا ہے یا کسی کا دلخراش استہزاء و تمسخر، جس کو لطائف یا افکار، حوادث یا خواطر، سوانح یا فکاہات کے عنوان کے مہذب لباس میں پیش کیا جاتا ہے حالانکہ فرمانِ الٰہی ''لایسخر قوم من قوم'' صاف اس کا اعلان کر رہا ہے کہ کسی شخص کو اس کا حق نہیں کہ دوسروں کا استہزاء و تمسخر کرے، اکثر جھوٹی افواہیں اور بلا تحقیق خبروں کی بناء پر ایک مسلمان بھائی کی جان و مال اور عزت آبرو کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیتے ہیں، شریعتِ مطہرہ کا قانون مانع ہوتا ہے نہ سیاسی

مصالح اور اخوت واتحادِ اسلامی کا لحاظ، حالانکہ خدائے تعالیٰ کے آخری پیغمبر (ﷺ) نے اپنے آخری خطبہ میں عرفات کے عظیم الشان مجمع کے سامنے اعلان فرمادیا ہے کہ مسلمان کی عزت وآبرو کی رعایت وحفاظت ہر مسلمان پر حاضر وغائب ایسی ہی فرض ہے جیسے اس کے جان ومال کی۔

لیکن آہ! کہ آج تمام اربابِ قلم واصحابِ صحافت نے اپنے آپ کو ان تمام قوانینِ شرعیہ سے مستثنیٰ سمجھ لیا ہے اور کبھی دھیان تک نہیں ہوتا کہ ہم گناہ کررہے ہیں شاید کسی اخبار کا کوئی صفحہ بمشکل ان بے لذّت گناہوں سے خالی ہوتا ہو ورنہ عام طور پر یہی وہ چیز ہے جس پر تمام زورِ صحافت ختم کیا جاتا ہے، ادھر اخبار میں طبقہ کی بدمذاقی نے اس کو اور بھی فروغ دے دیا کہ ان کے یہاں اخبار کے مقبول ہونے کی سب سے پہلی شرط یہی چیز ہے اور وہی ایڈیٹر سب سے زیادہ اپنے فن کا ماہر سمجھا جاتا ہے جو اپنی من مانی باتوں کا سکہ لوگوں کے قلوب پر بٹھانے میں اس کی پرواہ نہ کرے کہ ہمارا خیال شرعاً صحیح ہے یا غلط اور مسلمانوں کے لئے مفید ہے یا مضر اور جو اپنے مخالف کو نیچا دکھانے میں حلال وحرام کی بحث کو حرام سمجھتے ہیں۔

الغرض! یہ مسلمانوں کی موجودہ بدمذاقی کی لمبی کہانی ہے جس کے لئے یہ صفحات نہ کافی ہیں اور نہ موزوں، اس لئے ہم اس کی تفصیل کو خود ناظرین کے انصاف پر چھوڑتے ہوئے صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ کیا واقعی آج کل کے اخبار اس طوفانِ بے تمیزی سے معمور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا شریعتِ مطہرہ اس کو کسی حال میں جائز رکھ سکتی ہے اور کیا مسلمان اسلامی اصول اساسی کو چھوڑ کر کوئی دینی یا دنیوی ترقی کرسکتے ہیں اور کیا اتحادِ اسلامی کا راگ الاپنے والے زعماء اس بے راہی کے ذریعہ اپنے مقصد کے قریب پہنچ سکتے ہیں؟ یقین کیجئے کہ اگر پھر مسلمانوں کی قسمت میں عروج لکھا ہے اور وہ کسی وقت آنکھ کھولیں گے تو بے تامل کہہ اٹھیں گے۔

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو می روی بترکستان ست

یہ موجودہ اخبارات کی خرابیوں کا اجمالی خاکہ ہے اگر تفصیل مع دلائل دیکھنے ہوں تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ کا رسالہ ''اخبار بینی'' ملاحظہ فرمایا جائے اور اس کو بھی چھوڑیئے تو مشاہدہ اور تجربہ سے زیادہ کوئی عادل گواہ نہیں۔

آج حشرات الارض کی طرح ہزارہا اخبارات و رسائل کی اشاعت کے زمانہ کو اب سے پچاس برس پہلے زمانہ کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھئے کہ مسلمان کہاں سے کہاں پہنچ گئے، دین اور دینی تعلیمات، مذہب اور مذہبی روایات گویا فنا ہو ہی گئیں، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ دنیا میں بھی کوئی ترقی کی؟ ان کی اقتصادی حالت درست ہوئی یا اور زیادہ خوفناک پستی میں ہی جا پڑی، اس کی پریشانیوں میں کمی آئی یا اور دس گنا اضافہ ہو گیا؟

اس کا جوب اگر آپ نہ دیں گے تو سینکڑوں تعلیم یافتہ بے کاروں کے غول اور روز افزوں فاقہ کشوں کی تعداد اور صدہا مصیبت زدوں کی خاک کے ڈھیر بول اٹھیں گے کہ یہ ترقی کے راگ محض بے ہنگامہ اور کوششِ محض بے اصول اور غلط ہے، اگر اربابِ صحافت اس کو بھی ترقی کہیں تو اس کی حقیقت اس سے زائد نہ ہو گی کہ۔

گھر کے خط میں ہے کہ کل ہو گیا چہلم اسکا پانیر لکھتا ہے کہ بیمار کا حال اچھا ہے

مسلم بات ہے کہ فتنۂ علم ہمیشہ فتنۂ جہل سے زیادہ شدید ہوتا ہے، اخباری فتنہ چونکہ علمی فتنہ کے رنگ میں ہے اس لئے اس کی مضرتیں بھی دنیائے اسلام کو زیادہ پہنچی، انہیں مفاسد پر نظر کرتے ہوئے عرصہ ہوا کہ حضرت مجدد الملۃ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے ایک رسالہ ''اخبار بینی'' کے نام سے شائع کیا تھا جس میں عوام کو ان دنیوی مفاسد اور مذہبی گناہوں پر دلائل کے ساتھ متنبہ فرمایا تھا جس میں اخباری ادارے نہ خود تنہا گرفتار ہیں

بلکہ ان کی اشاعت کے ذریعہ ہزار ہا مسلمانوں کو ان میں مبتلا کر کے مزید ذمہ داری اپنے سر لئے ہوئے ہیں اور ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ جو اخبار ان مذہبی گناہوں اور دینی و دنیوی مفاسد سے خالی ہوں یا جو اخبار بیں حضرات ان مفاسد سے بچ سکیں ان کے لئے اخبار نویسی اور اخبار بینی کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، مگر چونکہ عام طور پر ان مفاسد سے بچنا سخت دشوار تھا اس لئے عوام کو یہی مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ بلاضرورت اخبار بینی سے اجتناب کریں۔

لیکن دنیا کا مذاق بدل چکا ہے، اخبار ضروریات زندگی میں داخل کرلیا گیا ہے، اس مشورہ کا ان پر وہی اثر ہوا جو کسی حقہ یا سگار کے عادی پر اس چھوڑنے کی نصیحت کا اثر ہوسکتا ہے، اس لئے ضرورت سمجھی گئی کہ ارباب صحافت کی خدمت میں ایک آخری گذارش مخلصانہ اور کی جائے کہ خدا کے لئے سنبھلو اور مسلمانوں کو سنبھالو۔

اخبار کی ادارت کے لئے جس طرح اس کے اصول وضوابط اور پروپیگنڈے کے طریق آپ یورپین تعلیمات سے حاصل کرتے ہیں اور حاصل کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح خدا کے لئے یہ بھی سوچئے کہ اشاعت وادارت کے کچھ مذہبی اور شرعی فرائض بھی ہیں جن کی رعایت نہ کرنے سے اخبارات سینکڑوں محرّمات اور گناہوں کا مجموعہ بن رہے ہیں اس لئے اس وقت وہ آداب و اصول قلمبند کئے جاتے ہیں جو اخبار نویسی میں اہم ترین مذہبی فرض ہے، شاید اسی طرح ان بے لذت گناہوں کے عالمگیر طوفان سے دنیائے اسلام کو نجات ملے جو اخباروں کی صورت میں بحر و بر پر تسلط کئے ہوئے ہیں۔

گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہوا ان تک اب نالۂ سحر جائیں

دیکھئے کس نیک بخت کی قسمت میں یہ سعادت مقدر رہے کہ اخباری دنیا کے شرعی آداب واصول کی پابندی کر کے دنیا میں اس کی نظیر قائم کردے کہ مذہبی اصول

کے ماتحت اس طرح اخبار چلایا جاسکتا ہے۔

آداب الاخبار

اس باب میں سب سے زیادہ یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بات کا قلم سے لکھنا بعینہ وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے کہنے کا ہے، جس کلام کا زبان سے ادا کرنا ثواب ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی ثواب ہے اور جس کا بولنا گناہ ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی گناہ ہے بلکہ لکھنے کی صورت میں ثواب اور گناہ دونوں میں ایک زیادتی ہو جاتی ہے کیونکہ تحریر ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مدتوں تک لوگوں کی نظر سے گذرتی رہتی ہے اس لئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہے گی لوگ اس کے اچھے یا بُرے اثر سے متاثر ہوتے رہیں گے، اس وقت تک کاتب کے لئے اس کا ثواب یا عذاب برابر جاری رہے گا جیسا کہ بعض روایات میں بتصریح موجود ہے کہ جو شخص کسی کاغذ میں درود شریف لکھتا ہے تو جب تک یہ تحریر باقی رہے گی اس وقت تک اس کو ثواب پہنچتا رہے گا، اسی طرح ناجائز کلام کے نتائج بد کا کاتب کے لئے پہنچتا رہنا بھی دوسری احادیث میں صاف مذکور ہے، اس لئے ہر مضمون نگار کا فرض ہے کہ ہر مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے اس کو مندرجہ ذیل معیار پر جانچ لے اور درحقیقت یہی معیار تمام ان آداب کی مجمل تصویر ہے جن کی تفصیل ہم اس وقت ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

ایک زریں اصول

مضمون نگاری اور اخبار نویسی میں مذہبی جرائم اور شرعی گرفت سے بچنے کا سب سے بہتر ذریعہ اور جامع مانع اصول یہ ہے کہ جس وقت کسی چیز کے لکھنے کا ارادہ

کرے پہلے اپنے ذہن میں بٹھالے کہ اس لکھنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ثابت ہوتو قدم آگے بڑھائے ورنہ محض لوگوں کو خوش کرنے لئے گناہ میں ہاتھ رنگ کر برائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک نہ کاٹے اور اگر خود احکام شرعیہ میں ماہر نہ ہوتو کسی ماہر سے استفتاء کرنا ضروری ہے، یہ ایک شرعی اجمالی قانون ہے جو فقط اخبار نویسی میں ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی تحریر میں ہر مسلمان کا مطمحِ نظر ہونا چاہیے، اس کے بعد ہم اس کی تفصیل چند نمبروں میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

{۱}...... جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور مصائب پر مشتمل ہو اس کو اس وقت تک ہرگز شائع نہ کیا جائے جب تک حجتِ شرعیہ سے اس کا ثبوت نہ مل جائے کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں لیکن آہ! کہ آج اہل قلم اس سے غافل ہیں اور اخبار کا شاید کوئی صفحہ اس سے خالی ہوتا ہو۔

{۲}...... یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حجتِ شرعیہ کے لئے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار کا لکھ دینا ہرگز کافی نہیں بلکہ شہادتِ شرعیہ ضروری ہے کیونکہ دورِ حاضر کے موجودہ تمام اخبارات کے صدہا تجربات نے اس بات کو ناقابلِ انکار کر دیا ہے کہ بہت سے مضامین اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اور جس شخص کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں اس غریب کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہ صورت کبھی تو قصداً کی جاتی ہے اور کبھی سہواً وخطاً ہو جاتی ہے اس لئے اگر کسی اخبار میں کسی شخص کے حوالہ سے کوئی مضمون یا واقعہ نقل کر دیا جائے تو شرعاً اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر یہ واقعہ کسی کی مذمت یا مضرت وعیب جوئی پر مشتمل نہ ہوتو پھر یہ ضعیف ثبوت بھی کافی ہے اور اس کو نقل کر کے شائع کر دیا جائے۔

{۳}...... کسی شخص کے عیب یا گناہ کا واقعہ اگر حجت شرعیہ سے ثابت

ہو جائے تب بھی اس کی اشاعت اور درج اخبار کرنا جائز نہیں بلکہ اس وقت بھی اسلامی فرض یہ ہے کہ خیر خواہی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا جائے اگر سمجھانے کو نہ مانے اور آپ کو قدرت ہو تو بجبر اس کو روک دیں ورنہ کلمۂ حق پہنچا کر آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جائیں، اس کی اشاعت نہ کریں اور رسوا کرنا علاوہ نہیٔ شرعی کے تجربہ سے ثابت ہے کہ بجائے مفید ہونے کے ہمیشہ مضر ہوتا ہے اور اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر اپنے بھائی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ ثابت ہو تو اس کو رسوا نہ کرے بلکہ پردہ پوشی سے کام لے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ایک محرر نے ایک روز ان سے بیان کیا کہ ہمارے بعض پڑوسی شراب پیتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں محکمۂ احتساب (پولیس) میں اس کی اطلاع کر دوں، حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو بلکہ ان کو سمجھا دو اور ڈراؤ، محرر نے عرض کیا کہ میں یہ سب کچھ کر چکا ہوں، وہ باز نہیں آتے، اس لئے میں تو اب پولیس میں اطلاع کروں گا، حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

من ستر عورة فكأنما احيا مؤدة في قبرها (رواه ابوداؤد والنسائي وابن حبان في صحيحه و الحاكم وقال صحيح الاسناد.

(الترغيب والترهيب ج۴ص ۱۰۳)

ترجمہ:۔ جو شخص کسی کا عیب چھپاتا ہے وہ اتنا ثواب پاتا ہے جیسے کوئی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو دوبارہ زندہ کر دے (ترغیب وترہیب)

حضرت مخلد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں والیٔ مصر تھا تو ایک روز

دربان نے مجھے اطلاع دی کہ ایک اعرابی دروازہ پر حاضر ہے اور آپ سے ملنے کی اجازت چاہتا ہے، میں نے آواز دے کر دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ تو آنے والے نے جواب دیا کہ "جابر بن عبداللہ" میں نے حضرت جابرؓ کا نام سن کر بالاخانہ سے نیچے دیکھ کر کہا کہ یا تو آپ اوپر آجائیں یا میں نیچے آتا ہوں، حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ دونوں باتوں کی ضرورت نہیں، میں تو صرف ایک حدیث کے متعلق آپ سے تحقیق کرنے آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث مسلمان بھائی کی پردہ پوشی سے متعلق روایت کرتے ہیں، مخلد بن مسلمہؓ نے فرمایا ہاں! میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے تو گویا وہ ایک زندہ درگور کو اس کی قبر سے نکالتا ہے، حضرت جابرؓ یہ سنتے ہی اونٹ پر سوار ہوئے اور رخصت ہو گئے۔

رواہ الطبرانی فی الاسط (از الترغیب والترھیب ص ۱۰۴)

اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں:۔

من ستر عـــورة أخيه ستر الله عورته يوم القيامة ومن كشف عورة أخيه كشف الله عورته حتى يفضحه بها في

بيته ۔ رواہ ابن ماجه باسناد حسن (الترغيب والترهيب ص ۱۰۴)

ترجمہ:۔ جو شخص اپنے بھائی کا عیب چھپائے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب قیامت کے دن چھپائیں گے اور جو شخص اپنے بھائی کے عیب کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کھول دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کو گھر کے اندر بیٹھے ہوئے رسوا کر دیتے ہیں۔

الغرض! کسی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ مشاہدہ یا حجت شرعیہ سے ثابت بھی

ہوجائے تب بھی پردہ پوشی سے کام لے اور خفیہ اس کو سمجھائے کیونکہ یہی طرز زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔

{۴}......البتہ اگر کسی مسلمان کا ایسا عیب یا گناہ حجتِ شرعیہ سے ثابت ہوا کہ جس کا نقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور یہ اس سے مظلوم ٹھہرتا ہے تو پھر اس کی برائی کو علانیہ شائع کرسکتا ہے، اسی کے متعلق حق تعالی کا ارشاد ہے کہ:۔

لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم ......الایۃ (النساء: ۱۴۸)

اللہ تعالی برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتے مگر جس پر ظلم کیا گیا (وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کرسکتا ہے)

امام تفسیر مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی اس کو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی شخص کسی کی مذمت یا شکایت کرے لیکن اگر کسی پر ظلم ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ ظالم کی شکایت کرے اور اپنے معاملہ کا اعلان کرے اور اس کے ظلم کو لوگوں پر ظاہر کرے (روح المعانی)

لیکن اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ عام اعلان واشاعت کے بجائے صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی دادرسی کرسکیں۔

{۵}......اگر کسی اخبار میں کوئی قابلِ تردید غلط مضمون کسی شخص کے نام سے طبع ہوا ہو تو اس کے جواب میں صرف اس پر اکتفاء کیا جائے کہ فلاں اخبار نے ایسا لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے، اس شخص کی ذات پر کوئی حملہ نہ کیا جائے، کیونکہ ابھی تک کسی حجتِ شرعیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ واقع میں یہ مضمون اسی شخص کا ہے۔

{۶}......جو خبر کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہو اس کی اشاعت جائز

ہے مگر اس شرط سے کہ اس کی اشاعت کسی مسلمان کی خاص مصلحت یا عام مصلحت کے خلاف نہ ہو اور جس میں ایسا احتمال ضعیف بھی ہو تو بجز ان لوگوں کے جو عقل اور شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہوں عام لوگوں پر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نقصانات کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہنچی ہو، آیت "واذا جاء ھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ" میں ایسے ہی اخباروں اور جلسوں کی مضرّت اور مذمت کو بیان فرمایا ہے لیکن مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ اس کو بھی محض خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے کیونکہ حدیث میں ہے کہ:۔

من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ ۔۔

انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے۔

کوئی خبر خود مقصود نہیں ہوتی

ادھر یہ بھی عقلاً ثابت ہے کہ کوئی خبر مقصود و مطلوب نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کسی انشاء کا ذریعہ ہو کر مقصود کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور دراصل مقصود کوئی کام ہوتا ہے جو اس خبر سے متعلق ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ نتائج اخبار کو بھی ذکر کر کے اس کے افادہ میں اضافہ کر دیا جائے، مثلاً آپ کسی شخص کے متعلق یہ خبر درج کرتے ہیں کہ اس نے چند ہزار روپے کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی دوسرے نیک کام میں صرف کیا تو اس کے بعد اس شخص کے لئے دعائے ترقی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کی ترغیب ذکر کر دی جائے یا مسلمانوں کی کسی جماعت یا ایک شخص کی مصیبت کا ذکر آیا تو خود بھی دعا کرے

اور مسلمانوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے نیز یہ کہ جس سے ہو سکے اس کی مادی امداد بھی کرے، کسی کی موت کا ذکر کیا ہے تو لوگوں کو اس طرف متوجہ کرے کہ عبرت حاصل کریں اور اپنے لئے اسی وقت کے واسطے سامان تیار کرلیں۔

الغرض! روزمرہ کے واقعات وحوادث چشم بینا کے لئے بہترین وعظ ہیں لیکن اس کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو اس پر متنبہ کیا جائے، حضرت شیخ العرب والعجم مولانا محمود حسنؒ صاحب محدث دیوبندی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں دیکھو ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

اول تو کوئی واقعہ اور کوئی خبر دنیا میں ایسی کم ہوتی ہے جو نتیجہ خیز نہ ہو یا جس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ متصور نہ ہو لیکن اگر کوئی خبر ایسی بھی ہو تب بھی اس کو محض تفریح طبع کے مد میں ذکر کردینا مضائقہ نہیں بلکہ یہ بھی ایک درجہ میں شرعاً مطلوب ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کا بعض اوقات مزاح (خوش طبعی) فرمانا اسی حکمت پر مبنی تھا اور ایک حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

اجمعوا هذه القلوب فاطلبوا لها طرف الحكمة فانها تمل كما تمل الابدان رواه ابن عبد البر في العلم و الخرائطي في مكارم الاخلاق وابن السمعان في الدلائل

(کنز العمال ج ۲ ص ۱۳۶)

ترجمہ:۔ ان قلوب کو بھی تھوڑی دیر (غور وفکر) سے مہلت دیا کرو اس طرح کہ ان کے لئے حکمت کی لطیف وعجیب باتیں تلاش کرو (جن سے قلبی تکان رفع ہو) اس لئے کہ قلوب بھی ایسے تھک جاتے ہیں

جیسے بدن ٹھکتے ہیں۔

{۷}......خلاف شرع مضامین اور ملحدین کے عقائدِ باطلہ اول تو شائع نہ کئے جائیں اور اگر کسی ضرورت سے اشاعت کی نوبت آئے تو جس پرچہ میں وہ شائع ہوں اسی میں ان کی تردید اور شافی جواب بھی ضرور شائع کر دیئے جائیں، آئندہ پرچہ پر اس کو حوالہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتے ہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گزرتے، خدانخواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہو گئے تو اس کا سبب شائع کرنے والا ہوگا۔

{۸}......اگر مسلمانوں پر کافروں کے ظلم کی خبر شائع کرنا ہو تو جب تک اس ظلم کی نسبت کافروں کی طرف حجتِ شرعیہ سے ثابت نہ ہو اس طرح شائع کیا جائے کہ فلاں مقام کے مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں، مسلمان ان مظالم کا انسداد کریں اور جائز طریق پر ان کی جانی و مالی امداد کر دیں۔

{۹}......اخبار کا ایڈیٹر ہمیشہ ایسا شخص بنے جو تمام علومِ اسلامیہ پر عبور رکھتا ہو یا کم از کم علماء سے رجوع کرنے کا پابند ہو اور مذہب سے ہمدردی رکھنے والا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ اخبارات اشاعت بے دینی و بے قیدی کا ایک کامیاب آلہ ہے۔

{۱۰}......کسی ایسی کتاب کا جو دین کو مضر ہو یا ایسی دوا کا جو شرعاً حرام ہو یا کسی ایسے معاملہ کا جو شرعاً فاسد ہو اشتہار نہ دیا جائے۔

یہ مختصر گذارش ہے جو محض دلسوزی اور ہمدردی پر مبنی ہے اگرچہ زمانہ کی مسموم ہوا میں کارگر ہونے کی توقع نہیں لیکن بایں اُمید کہ شاید خدا تعالیٰ کسی نیک بندے کو عمل اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(تمّم شد)

اخبار بینی

تحریر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

یہ رسالہ آج سے تقریباً ایک سو ایک سال پہلے تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا جس میں اخبارات کے مفاسد اور نقصان بیان کئے گئے، اس کے بعد بھی یہ رسالہ بعض رسائل میں شائع ہوتا رہا، اب عرصۂ دراز کے بعد افادۂ عام کے لئے اسے اس رسالہ کی زینت بنایا جا رہا ہے، بندہ نے حاشیہ کے طور پر اس میں مشکل الفاظ کو آسان، قرآنی آیات، احادیث شریفہ اور فقہی روایات کا حوالہ درج کیا ہے اور موضوع سے متعلق بعض احادیث کا اضافہ کر کے اس قدیم رسالہ کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش کی ہے۔ محمد قاسم ملتانی غفر اللہ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ اخبار بینی

مؤلفہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب تھانوی قدس سرہ

بعد الحمد والصلوٰۃ اظہارِ مدعا کیا جاتا ہے کہ آج کل چونکہ طبائع میں اخبار بینی کا مذاق[1] اس درجہ پھیل گیا ہے کہ وہ مثل غذا بلکہ غذا سے بھی زیادہ ہو گیا ہے کہ کسی وقت بے غذا تو صبر بھی کر سکتے ہیں مگر بدوں اخبار بینی کے صبر نہیں آتا اور اکثر اس میں ایسا انہماک[2] ہوا ہے کہ کتبِ دینیہ کے مطالعہ کی طرف اصلاً التفات[3] یا اس کی ضرورت ذہن میں بھی نہیں رہی اور اس شغف میں دین کا بھی نقصان ہے جیسا کہ مجملاً معلوم ہوا اور مال کا بھی نقصان ہے کہ اکثر خرید کر دیکھتے ہیں یا دوسروں کو خریداری کی ترغیب دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دوسرے بھائی کا نقصان بھی ایسا ہی ہے جیسا اپنا

---

[1] ذوق وشوق [2] بہت زیادہ مشغولیت [3] بالکل توجہ

نقصان۔ اور وقت بھی ضائع جاتا ہے جو انسان کے لئے مال سے بڑھ کر متاعِ گراں مایہ[1] ہے، ان مفاسد کو دیکھ کر بمشورۂ بعض خیر خواہانِ اسلام اس کے متعلق حکمِ شرعی کا ظاہر کرنا مصلحت معلوم ہوا، پر جن لوگوں کے دلوں میں خود شرع ہی کی وقعت نہیں ان سے تو امیدِ قبول موہوم محض ہے البتہ بہت سے حضرات ایسے ہیں جو شرع کو واجب الاتباع سمجھتے ہیں مگر ان کو کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ ایسا اشتغال شرع کے خلاف ہے ان سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالی اس تحریر سے منتفع ہوں گے۔

الآیات القرآنیه

(الآیة الاولی)...... ولما جاء هم رسول من عند الله مصدق لما معهم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب الله وراء ظهورهم کأنهم لایعلمون واتبعوا ماتتلو الشیاطین علی ملک سلیمان......الآیة
(البقرة:۱۰۲)

ترجمہ:۔اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے رسول (محمد) آئے (اور وہ) اس کتاب کی جو ان (یہود) کے پاس ہے تصدیق بھی کرتے ہیں تو ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (توراۃ) کو (جس میں ان رسول کی پیشین گوئی بھی ہے ایسا) پیٹھ پیچھے پھینکا کہ گویا ان کو کچھ خبر ہی نہیں اور ان (ڈھکوسلوں) کے پیچھے پڑ گئے جن کو سلیمان کی عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھایا کرتے تھے۔

(الآیة الثانیة)...... انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوة والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون ۔(المائدة:۹)

---

[1] قیمتی سرمایہ

ترجمہ:۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوادے اور تم کو یاد الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا (شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں)

(الآیۃ الثالثۃ)......ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزواً اولئک لھم عذاب مھین۔ (لقمٰن:۶)

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو واہیات قصے مول لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو سنا کر) بے سمجھے بوجھے راہ خدا سے بھٹکائے اور آیات الٰہی کی ہنسی بنائے ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) ذلت کی سزا ہوتی ہے۔

(الآیۃ الرابعۃ)......یاایھا الذین امنوا لایسخر قوم من قوم......الآیۃ

وفیھا......ولاتلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب......الآیۃ

وفیھا......اجتنبوا کثیراً من الظن ......الآیۃ

وفیھا......ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً......الآیۃ

وفیھا......ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم......الآیۃ

(الحجرات: ۱۱۔۱۲۔۱۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تمہیں چاہئے کہ ایک دوسرے سے ہنسی نہ کریں (اور اسی رکوع میں ہے) نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے دو

اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو۔

(اوراسی میں ہے) بہت گمان کرنے سے بچتے رہو۔

(اور اسی میں ہے) اور نہ ایک دوسرے کے پیچھے ٹٹول میں رہا کرو اور نہ تم میں سے ایک ایک کو پیٹھ پیچھے بُرا کہے۔

(اوراس میں ہے) اللہ کے نزدیک بڑا عزت والا وہی ہے جو تم میں سے بڑا پرہیزگار ہے۔

(الآیة الخامسة)...... لاتقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اُولٰئک کان عنه مسئولاً۔

(بنی اسرائیل: ۳۶)

ترجمہ:۔ جس بات کا یقینی علم نہ ہو (اٹکل پچو) اس کے پیچھے نہ ہولیا کرو (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت کے دن) پوچھ ہوتی ہے۔

الأحادیث النبویة

(الحدیث الاول) سباب المسلم فسوق...... الحدیث[1]

ترجمہ:۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔

---

[1] رواہ مسلم: باب قول النبی صلی الله علیه وسلم "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" وایضاً فی الصحیح للبخاری (ج ۱ ص ۱۲) "باب خوف المؤمن من ان یحبط عمله وھو لایشعر" وایضاً فی جامع الترمذی (ج ۲ ص ۱۹) "باب ماجاء فی الشتم"

(الحدیث الثانی) اذا رأیتم المداحین فاحثوا فی وجوههم التراب۔ الحدیث [1]

ترجمہ:۔ جب تم ثنا خوانوں کو تعریف کرتے دیکھو تو ان کے مونہوں میں مٹی بھرا کرو۔

(الحدیث الثالث) ان العبد لیقول الکلمۃ لایقولها الالیضحک به الناس یهوی بها العبد مما بین السماء والارض [2]

ترجمہ:۔ البتہ بندہ کوئی بات صرف اس لئے کہتا ہے کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے تو وہ اس کے سبب دوزخ میں گرایا جائے گا جس کی مسافت آسمان وزمین کی مسافت سے زیادہ ہوگی۔ [3]

---

[1] رواہ مسلم (ج۲ص۴۱۴) باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط وخیف فیه فتنة علی الممدوح۔

[2] رواہ البیهقی فی شعب الایمان (ج۴ص۲۱۳) رقم الحدیث(۴۸۳۲) و ایضاً فی الترمذی (ج۲ص۵۷) باب ماجاء من تکلم بالکلمة لیضحک به الناس نحوه بمعناه.

[3] ترمذی کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به القوم فیکذب ویل له ویل له " (ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسوانے کی غرض سے جھوٹی بات کہتا ہے، ہلاکت ہے اس کے لئے، ہلاکت ہے اس کے لئے) ایک اور روایت میں اس سے بھی سخت وعید آئی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان الرجل لیتکلم بالکلمة لایریٰ بها باسا یهوی بها (بقیہ صفحہ ۷۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

(الحدیث الرابع) من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه۔[1]

ترجمہ بیہودہ بات کو چھوڑنا ان چیزوں میں سے ہے جو انسان کے اسلام کو آراستہ کرنے والی ہیں۔

(الحدیث الخامس) لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولاالفاحش ولاالبذیٔ۔[2]

ترجمہ:۔ یہ چار باتیں مؤمن کی شان سے نہیں (۱) طعن کرنا (۲) لعنت کرنا (۳) فحش بکنا (۴) بدخوہونا۔

(الحدیث السادس) من عیر اخاه بذنب لم یمت حتی یعمله[3]

ترجمہ:۔ جوکوئی اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ کی عار دلائے تو یہ بھی مرنے سے پہلے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔

(بقیہ صفحہ ۴۶)خریفا فی النار" (بعض اوقات آدمی نا سمجھی میں (یا بات کو معمولی سمجھ کر) کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ستر سال تک جہنم کی آگ میں گرایا جاتا ہے) رواھما الترمذی (ج ۲ ص ۵۷) باب ماجاء من تکلم بالکلمة لیضحک به الناس۔

[1] رواه الترمذی (ج ۲ ص ۵۸) باب ماجاء من تکلم بالکلمة لیضحک به الناس۔

[2] رواه الترمذی (ج ۲ ص ۱۸) باب ماجاء فی اللعنة ..

[3] رواه الترمذی (ج ۲ ص ۷۷) باب مِنْ باب ماجاء فی صفة اوانی الجنة .رقم الحدیث :۲۵۰۵..

(الحدیث السابع) لاتظهر الشماتة لاخیک فیرحمه الله و یبتلیک۔[1]

ترجمہ:۔ اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت کے وقت خوشی ظاہر نہ کر (ایسا نہ ہو) کہ خداوند کریم اس پر رحم فرمائے اور تجھے اس میں گرفتار کرے۔

(الحدیث الثامن) اذامدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ۔[2]

ترجمہ:۔ جب بدکار کی کوئی تعریف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے۔[3]

(الحدیث التاسع) من طلب العلم لیجاری به العلماء او لیماری به السفهاء ویصرف به وجوه الناس ادخله الله النار۔

ترجمہ جو شخص اس لئے علم سیکھتا ہے کہ علماء سے مباحثہ اور کمینوں سے جھگڑا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت

---

[1] رواه الترمذی (ج۲ ص۷۷) باب من باب ماجاء فی صفة اوانی الجنة ۔رقم الحدیث:۲۵۰۶ ..

[2] معجم ابی یعلی (ص۱۵۷ ارقم الحدیث: ۱۷۲)

[3] اور معجم ابی یعلی کی ہی دوسری روایت میں ہے "اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز العرش" (جب فاسق آدمی کی تعریف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور عرشِ (الٰہی) ہلنے لگتا ہے)

کے دن) دوزخ میں ڈالے گا[1]

الحدیث العاشر اتخذالناس رؤسا جهالاًفافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا۔[2]

ترجمہ:۔لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے تو بغیر جانے بوجھے فتوے دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

(هذه الاحادیث کلها فی المشکوٰة)

یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ میں موجود ہیں۔

الروایات الفقهیة

(الروایة الاولیٰ) فی رد المحتار: اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة کان ترک السنة راجحاً علی فعل البدعة۔[3]

ترجمہ:۔ردالمحتار میں ہے کہ جب ایک حکم سنت اور بدعت میں دائر ہو تو بدعت کے مرتکب ہونے سے اس کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔

(الروایة الثانیة) فی الدر المختار:القصص المکروه ان یحدثهم بمالیس له اصل معروف او یعظهم بما لایتعظ به اویزید وینقص۔[4]

---

[1] رواه الترمذی (ج ۲ ص ۹۳)باب ماجاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا.

[2] رواه الشیخان :بخاری (ج ۱ ص ۲۰) باب کیف یقبض العلم .مسلم: (ج ۲ ص ۳۴۰) باب رفع العلم وقبضه ..

[3] ردالمحتار(ج ۱ ص ۶۴۲) [4] الدرالمختار(ج ۶ ص ۴۲۲)

ترجمہ:۔ درمختار میں ہے کہ مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جس کی اصل مشہور اور معلوم نہیں یا اس چیز کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ اور کم کر ڈالے۔

(الروایة الثالثة) فی الدرالمختار: ومن السحت ما یؤخذ ......الی قوله......وشاعر شعر ومسخرة وحکواتی قال الله تعالی "ومن الناس من یشتری لهو الحدیث ......فی رد المحتار: قوله شاعر شعر لانه انما یدفع له عادة قطعاً للسانه......(قوله لهو الحدیث)نزلت فی النضر بن الحارث بن کلدہ کان...... یشتری اخبار العجم و یحدث بها قریشاً ......فیستمعون حدیثه ویترکون استماع القرآن فانزل الله هذه الآیة[1]

ترجمہ:۔ درمختار میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسے شاعر بذریعۂ شعر گوئی اور مسخرہ اور قصہ گو لیتا ہے۔ فرمایا حق تعالیٰ نے بعض آدمی وہ ہیں جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بات خریدتے ہیں، ردمحتار میں ہے شاعر کو جو مال بذریعۂ شعر دیا جاتا ہے اس کی حرمت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس سے اس کی زبان روکنے کو دیا جاتا ہے اور یہ آیت کہ من یشتری لهو الحدیث نضر بن حارث کے حق میں اتری ہے وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید

[1] الدرالمختار (ج ٦ ص ۴۲۳)

کرلاتا اور قریش سے بیان کرتا (اور کہتا کہ محمد تم سے عاد وثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم واسفندیار کا قصہ بیان کرتا ہوں) تو قریش اس کی بات اور حکایتیں سنتے اور قرآن سننا ترک کر دیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(الرواية الرابعة) في الدر المختار: من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كالصحيح المكتسب يأثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم...[1]

ترجمہ:۔ درمختار میں ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے کو بالفعل یا بالقوۃ[2] موجود ہے، بالقوۃ ایسے جیسے کوئی شخص تندرست کماؤ ہو تو اس کو دینے والا اگر اس کے حال سے واقف ہے تو گنہگار ہوتا ہے کیونکہ اس نے حرام پر اعانت کی۔

(الرواية الخامسة) في الدر المختار: والاذان بالصوت الطيب طيب ان لم يزد فيه الحروف وان زاد كره له ولمستمعه وقوله احسنت ان لسكوته فحسن وان لتلك القرأة يخشى عليه الكفر اھ۔[3]

ترجمہ:۔ درمختار میں ہے خوش آوازی سے اذان کہنی جائز ہے اگر

---

[1] الدر المختار (ج ۲ ص ۳۵۴) [2] بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس اتنے پیسے یا کھانے پینے کے لئے اتنا کچھ موجود ہو جس سے ایک دن کا گذارہ ہوسکتا ہو اور بالقوۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس پیسے یا کھانے پینے کے لئے تو کچھ نہ ہو لیکن اتنی ہمت اور طاقت ہو کہ وہ کما کر گذارہ کرسکتا ہو [3] الدر المختار: (ج ۶ ص ۴۲۱)

ترجیع میں حروف زیادہ نہ جائیں اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جائے تو قاری اور مؤذن اور اس کے سننے والے کو مکروہ ہے اور اگر سننے والے نے قاری خوش لہجگی اور ترجیع سے پڑھنے والے کو یہ کہا کہ تو نے خوب کیا تو اگر اس کے چپ رہنے کو کہا ہے تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرمہ کی وجہ سے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

ان آیات واحادیث وروایات کے بعد اول ایک مقدمہ[1] عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ شرع میں تحریر کا حکم بمنزلِ تقریر کے ہے اور مطالعہ کا حکم مثل استماع کے ہے، جس چیز کا تلفظ وتکلم اور استماع گناہ ہے اس کا لکھنا اور چھاپنا اور مطالعہ کرنا بھی گناہ ہے، معلوم کرنا چاہئے کہ سب ناظرین اخبار کو معلوم ہے اخباروں میں بوجہ اس کے کہ ایڈیٹر اور نامہ نگار دین سے کم واقف یا بعضے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اکثر یہ مضامین ذیل ہوتے ہیں جن کے تکلم واستماع[2] کے نہی پر دلائلِ شرعیہ وارد ہیں پس اخبار بھی منہی عنہ ہونگے۔

{۱}...... بے تحقیق خبریں جن کے منقول عنہ[3] کی کوئی توثیق وتصحیح کا اہتمام نہیں ہوتا جو کسی نے لکھ بھیجا چھاپ دیا یا کسی پرچہ میں دیکھا نقل کر دیا اور اکثر ایسی خبریں کلاً یا جزواً[4] غلط نکلتی ہیں جو حقیقت کذب[5] کی ہے جو قطعاً حرام ہے اور اگر کذب بھی متحقق نہ ہو لیکن غیر محقق ہونا یقینی ہے جس کو آیتِ خامسہ اور روایتِ ثانیہ بتلا رہی ہے۔

[1] مقدمہ کا حاصل یہ ہے کہ جس بات کا زبان پر لانا ممنوع ہے اس کا لکھنا بھی جائز نہیں، اسی طرح جس بات کا سننا ناجائز ہے اگر وہ بات تحریر کی شکل میں ہو تو اس کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ [2] بولنے اور سننے [3] اصل واقعہ [4] مکمل یا تھوڑی بہت [5] جھوٹ۔

{۲}......کسی کا عیب شایع کرنا اور اگر وہ راست [1] ہے تو غیبت ہوئی اور اگر خلاف واقعہ [2] ہے تو بہتان ہے جس کو آیتِ رابعہ اور حدیثِ اوّل ممنوع کہہ رہی ہیں۔

{۳}......اور اکثر رد و قدح [3] و اعتراض دوسروں کے کلام یا رائے پر بلاضرورت محض اخبار پُر کرنے کو یا اپنی حسنِ لیاقت جتلانے کو ہوتا ہے جس کو حدیثِ عاشر رد کر رہی ہے۔

{۴}......اکثر مناظرہ میں تمسخر و طعن و بے ہودگی سے کام لیا جاتا ہے جس کو آیتِ رابعہ و حدیثِ خامس معصیت بتلا رہی ہے۔

{۵}......کبھی مخاطب کے پچھلے قصے ذکر کے اس کو عار دلائی جاتی ہے جو بروئے حدیثِ سادس گناہ ہے۔

{۶}......کبھی کسی کی سزا یا کوئی اور ضرر بدنی یا مالی ذکر کے اس پر خوشی ظاہر کی جاتی ہے جو حسب حدیثِ سابع حرام ہے۔

{۷}......کبھی کسی کی بے جا خوشامد یا مدح خواہ راست ہو یا دروغ [4] کی جاتی ہے جو موافق حدیثِ ثانی کے مذموم ہے۔

{۸}......کبھی کسی کافر یا فاجر فاسق کی مدح نظماً یا نثراً کی جاتی ہے جس پر حدیثِ ثامن میں وعید آئی ہے۔

{۹}......اخباروں میں مضامین ہنسی دل لگی کے ہوتے ہیں جس میں حفاظتِ حدودِ شرعیہ کی رعایت نہیں ہوتی، اس کی وعید حدیثِ ثالث میں مذکور ہے۔

{۱۰}......بعض دفعہ اخباروں میں کچھ گفتگو دینی عقائد و مسائل پر بھی کی

---

[1] درست [2] جھوٹ [3] نقد و تبصرہ [4] یعنی خواہ سچی ہو یا جھوٹی

جاتی ہے اور اس میں بلا دلیل شرعی محض رائے سے بلکہ اکثر شریعت کے خلاف اور شریعت کو تحریف یا تکذیب کے ساتھ لکھا جاتا ہے، کوئی ڈاڑھی پر مضمون لکھتا ہے کوئی سود پر، کوئی اور کچھ جس کا اشد قبیح ہونا حدیث عاشرہ میں موجود ہے۔

{۱۱}...... اکثر اخبار یا نامہ نگار لوگوں کے اندرونی حالات کی ٹٹول میں لگے رہتے ہیں جن کو وہ لوگ پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اور یہ ان کو شائع کرتے ہیں۔ تجسس [۱] کی حرمت آیت رابعہ میں مصرح ہے۔

{۱۲}...... اکثر خبروں میں قرائن ظنیہ سے نتائج اخذ کر کے ان پر حکم قطعی لگا دیتے ہیں [۲] ایسے ظن کا گناہ ہونا بھی آیت رابعہ میں منصوص ہے۔

{۱۳}...... کبھی اپنے یا اپنے اخبار یا اپنے کسی متعلق کے کسی حال یا کمال پر فخر بھی کیا جاتا ہے جس کی نہی آیت رابعہ میں کی گئی ہے۔

{۱۴}...... بعض اوقات کسی کو بُرے لقب سے خطاب کیا جاتا ہے اور اس

---

[۱] یعنی لوگوں کے معاملات کی کھود کرید [۲] یعنی اخبارات میں قابل مذمت ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض حالات و واقعات جن کے بارے میں محض شک و شبہ اور وہم وگمان ہوتا ہے اسے اخباری ایڈیٹر اور صحافی حضرات یقینی اور قطعی طور پر اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے یہ کوئی آنکھوں دیکھا واقعہ ہو، جس سے بعض اوقات شرفاء کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے، قرآن کریم میں ایسے وہم وگمان جن کی کوئی بنیاد نہ ہو کو گناہ قرار دے کر ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "یآایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم" ......الآیة (اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچتے رہو، بے شک کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں) نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا " ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث" (خیال وگمان سے بچو، کیونکہ سب سے بڑا جھوٹ گمان ہوتا ہے (ترمذی ج ۲ ص ۱۹ باب ماجاء فی ظن السوء)

کو ناظرین کی دلچسپی کا سبب سمجھتے ہیں، اس کی ممانعت بھی آیت رابعہ میں مذکور ہے۔

{۱۵}...... جو مضامین ان مفاسد سے خالی بھی رہ جاتے ہیں اور وہ بہت ہی قلیل ہوتے ہیں تاہم اکثر فضول اور بے فائدہ ضرور ہوتے ہیں کسی کا قصہ لکھ دیا جس سے کوئی صحیح غرض بجز تزئینِ اخبار کے نہیں، کسی کے معاملہ میں خواہ مخواہ دخل اور مشورہ دیدیا خواہ کوئی پوچھے یا نہ پوچھے حتیٰ کہ سلطنتوں کے معاملات میں فضول اوراق سیاہ کئے جاتے ہیں جس کا کوئی مقصد بجز اشتغال اور جولانِ فکر کے نہیں [1] اس کا ضرر بھی کسی درجہ میں حدیثِ رابع میں مذکور ہوا ہے۔

{۱۶}...... بعضے اخبار والے امراء سے اس بات کی تنخواہ پاتے ہیں یا وہ ان کی آؤ بھگت کرتے ہیں تاکہ اخبار میں ہماری برائی نہ لکھیں اس فعل اور اس آمدنی کا حرام ہونا روایتِ ثالثہ میں مذکور ہے۔

{۱۷}...... بعض دفعہ اخباروں میں کسی ایسے رسالے یا کتاب پر تقریر دریویو لکھتے ہیں جس میں بہت سے مضامین خلافِ شرع ہوتے ہیں یا کوئی ایسا ہی مضمون بدوں اس کے ابطال کے نقل کر دیتے ہیں حتیٰ کہ کفار کی پیشین گوئیاں تک درج دیکھی گئیں ہیں، اس کی ممانعت کے لئے روایتِ خامسہ بس ہے یا اکثر بے اعتبار لوگوں کے

---

[1] یعنی بہت کم اخبار ایسے ہیں کہ جن میں ذکر کردہ مفاسد، منکرات ومحرمات نہ ہوں، لیکن ان میں بھی عموماً ایسی فضول اور بے ہودہ باتیں اور بے بنیاد قصہ کہانیاں ہوتی ہیں جنھیں محض اخبارات کی تزئین وآرائش کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، گوکہ یہ چیزیں حرام اور ممنوع نہیں لیکن بے فائدہ، فضول اور لایعنی ہونے کی وجہ سے ان کا ترک بھی اسلام کے محاسن اور خوبیوں میں سے ہے، اوپر حدیث نمبر: ۴ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اشتہارات درج ہوتے ہیں جس سے خلق پھنستی ہے، دھوکہ دینا حرام ہے اور حرام کی اعانت حرام ہے جس کا ذکر اسی روایتِ خامسہ میں بھی موجود ہے۔

کسی اخبار میں ناول نکلتے ہیں جو سخت مخرب اخلاق وخیالات[1] ہیں اس کے لئے بھی وہی روایت کافی ہے۔

{۱۸}...... قطع نظر ان سب محظورات کے یہ بھی یقینی ہے کہ اس میں اشتغال اور انہماک ایسا ہو جاتا ہے کہ ضروریاتِ دینی سے بھی غفلت ہو جاتی ہے اور علم دینی سے اعراض ہو جاتا ہے جس کی مذمت آیتِ اولیٰ وثانیہ وثالثہ میں صاف صاف مذکور ہے اور جس امر سے ایسا ناجائز امر لازم آئے وہ خود ناجائز ہو جاتا ہے۔

(اخبار) گو فی نفسہ مباح ہی ہو جیسا کہ روایتِ اولیٰ بدلالۃ النص اس پر دال ہے اور بھی بہت فروع فقہیہ اس کی مؤید ہیں۔

{۱۹}...... ایسے اخباروں کا خریدنا اور نامہ نگار بننا اور خریداروں کو ترغیب دینا یہ سب اعانت ہے ان ناجائز امور کی، اور اعانت ناجائز کی ناجائز ہے، روایتِ خامسہ میں اس کی تصریح ہے۔

{۲۰}...... بعضے اخبار والے بلا طلب یہ اخبار بھیجتے رہتے ہیں چونکہ یہاں نہ مبادلہ ہے نہ تعاطی، نہ ایجاب وقبول، اس لئے شرعاً یہ بیع نہیں ہوئی، اس صورت میں قیمت کا مطالبہ خود ناجائز ہے یا بعضے کچھ انعام وغیرہ کا لالچ دلا کر خریداروں کو آمادہ کرتے ہیں پھر اخیر میں حقیقتِ امر منکشف ہو کر اسی طرح مطالبۂ قیمت کے وقت بے لطفی ورنجش ہوتی ہے اور رنج وعداوت سے قطع نظر کر کے بھی ایسا جبر یا ایسا دھوکہ ناجائز ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

---

[1] اخلاق وخیالات کو خراب کرنے والے۔

تنبیہ

اگر کسی اخبار کے بائع یا مشتری میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا لیکن اس کا مصداق بہت قلیل ہے۔

خیر خواہی

آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے پس اصل کام اس کا شغل دینی ہے لیکن بضرورت اس شغل دینی کی اعانت اور تقویت کے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرطِ اعتدال اباحت، پس اسی قاعدے کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرے سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے اور اس قاعدے کی معرفت کے لئے کتب و رسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی محبت لازم سمجھے۔

وما علینا الا البلاغ

(کتبہ) محمد اشرف علی تھانوی عفی عنہ

۱۲ رر رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

افکارِ دینی ضمیمہ اخبار بینی

تحریر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ نے ۱۲؍رمضان ۱۳۲۳ھ کو ایک رسالہ بنام اخبار بینی تحریر فرمایا جس میں موجودہ اخبارات کے مفاسد ونقصانات ذکر کر کے انہیں پڑھنے سے منع کیا تھا، اختتام پر بعنوان ''تنبیہ'' اس کی تصریح بھی کی کہ اگر کسی اخبار میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا مگر ایسے اخبارات بہت ہی کم ہیں یہ بات گو کہ مختصر تھی مگر واضح تھی لیکن بعض لوگوں نے اسے دیکھے یا سمجھے بغیر بے جا اعتراضات کیے۔ اس کے ازالہ کے لئے حضرت نے ۴؍شعبان ۴۹ھ کو ''افکار دینی ضمیمہ اخبار بینی'' کے نام سے اخبار بینی کے نام سے کچھ آداب تحریر فرما کر رسالہ ''النور'' ماہ صفر ۵۰ھ میں شائع کرا دیئے، یہ ضمیمہ بھی ہم ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ محمد قاسم ملتانی غفر اللہ لہ

افکارِ دینی ضمیمہ اخبار بینی

بعد الحمد والصلوٰۃ!

احقر نے سنہ ۱۳۴۳ھ میں ایک رسالہ ''اخبار بینی'' کے مفاسد کے متعلق لکھا تھا اور یہی اس کا نام تھا اور اس کے ختم پر بعنوان ''تنبیہ'' یہ تصریح کردی تھی کہ اگر کسی اخبار کے بائع و مشتری میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا، لیکن اس کا مصداق بہت قلیل ہے، چونکہ اس تنبیہ کا مضمون گو مبہم تو نہ تھا بلکہ مفسر تھا، لیکن مجمل تھا اس لئے قاصر النظر لوگوں نے اس کو یاد یکھا نہیں یا سمجھا نہیں اور بے جا اعتراضات کرنے لگے کہ اس حالت میں تو اخبار کا وجود ہی اُڑ جائے گا، اس لازم کی تغلیط کے لئے میری ایک تقریر ملفوظ اور ایک تحریر محفوظ شائع ہو چکی ہے، اس وقت سہولتِ ناظرین کے لئے

مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں کے مختصر اقتباسات سے نفسِ اخبار کی مشروعیت اور خاص آداب سے اس کی مشروعیت قلمبند کر کے دکھلا دیں کہ ان آداب کی رعایت کے ساتھ اخبار جاری رہ سکتا ہے، البتہ بقدرِ ضرورت علمِ دین کی ضرورت ہے، اور اگر خود ایڈیٹر صاحب علم نہ ہو تو اخبار کا مسودہ مرتب کر کے کسی محقق مبصر عالم کی خدمت میں خود حاضر ہو کر اصلاح کے لئے پیش کر دے، وہ ان مضامین کو آدابِ شرعیہ پر منطبق فرما کر زبانی سمجھا دیں گے، ذیل میں ان ہی آداب کی تفصیل ہے اور اس عجالہ کو "افکار دینی" کے لقب سے اور اس کے اجزاء کو "عنوانِ فکر" سے ملقب کرتا ہوں اور اس کو "اخبار بینی" کا ضمیمہ بناتا ہوں۔

فکرِ اول

جو اخبار حدودِ شرعیہ کے خلاف ہو اس کا مذموم ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:۔

"وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ" ......الآية

یعنی جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ موجب) امن ہو یا (موجب) خوف تو اس (خبر) کو فوراً مشہور کر دیتے ہیں (اس میں ایسے اخبار اور جلسے بھی آ گئے، حالانکہ کبھی وہ غلط ہوتی ہے، کبھی اس کا مشہور کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے) اور اگر

(بجائے خود مشہور کریں گے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ (ﷺ) (کی رائے) کے اوپر اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں (یعنی اکابر صحابہؓ) ان (کی رائے) کے اوپر حوالہ کرتے (اور خود کچھ دخل نہ دیتے) تو اس کو وہ حضرات پہچان لیتے ہیں جو ان میں تحقیق کرلیا کرتے ہیں (پھر جیسا یہ حضرات عملدرآمد کرتے ویسا ہی ان خبر اُڑانے والوں کو کرنا چاہئے تھا۔ (نساء)

فکرِ ثانی

اور جو اخبار حدودِ شرعیہ کے اندر ہو اس کا مفید ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے یعنی ابنِ ہالہ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے حالات کی تلاش رکھتے تھے (اور خاص) لوگوں سے پوچھتے رہتے کہ (عام) لوگوں میں کیا واقعات (ہو رہے) ہیں (شمائل ترمذی)

ف: اخبار کا یہی حاصل ہے۔

فکرِ ثالث

اس باب میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بات کا قلم سے لکھنا بعینہ وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے کہنے کا ہے، جس کلام کا زبان سے ادا کرنا ثواب ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی ثواب ہے اور جس کا بولنا گناہ ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی گناہ ہے بلکہ لکھنے کی صورت میں ثواب اور گناہ دونوں میں ایک زیادتی ہوجاتی ہے کیونکہ تحریر

ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مدتوں تک لوگوں کی نظر سے گذرتی رہتی ہے اس لئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہے گی لوگ اس کے اچھے یا بُرے اثر سے متاثر ہوتے رہیں گے، اس وقت تک کاتب کے لیئے اس کا ثواب یا عذاب برابر جاری رہے گا اس لیئے ہر مضمون نگار کا فرض ہے کہ ہر مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے اس کو مندرجہ ذیل معیار پر جانچ لے اور درحقیقت یہی معیار تمام ان آداب کی مجمل تصویر ہے جن کی تفصیل ہم اس وقت ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

فکرِ رابع

مضمون نگاری اور اخبار نویسی میں مذہبی جرائم اور شرعی گرفت سے بچنے کا سب سے بہتر ذریعہ اور جامع مانع اصول یہ ہے کہ جس وقت کسی چیز کے لکھنے کا ارادہ کرے پہلے اپنے ذہن میں استفتاء کرلے کہ اس لکھنا میرے لیئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ثابت ہو تو قدم آگے بڑھائے ورنہ بعض لوگوں کو خوش کرنے لیئے گناہ میں ہاتھ رنگ کر پرائی بدشگونی کے لیئے اپنی ناک نہ کاٹے اور اگر خود احکامِ شرعیہ میں ماہر نہ ہو تو کسی ماہر سے استفتاء کرنا ضروری ہے، یہ ایک شرعی اجمالی قانون ہے جو فقط اخبار نویسی میں نہیں بلکہ ہر قسم کی تحریر میں ہر مسلمان کا مطمحِ نظر ہونا چاہئے، اس کے بعد ہم اس کی تفصیل چند نمبروں میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

{۱}...... جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور مصائب پر مشتمل ہو اس کو اس وقت تک ہرگز شائع نہ کیا جائے جب تک حجتِ شرعیہ سے اس کا ثبوت نہ مل جائے کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں لیکن آہ! آج اہل قلم اس سے غافل

ہیں اور اخبار کا شاید کوئی صفحہ اس سے خالی ہوتا ہو۔

{۲}...... یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حجت شرعیہ کے لئے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار کا لکھ دینا ہرگز کافی نہیں بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے کیونکہ دورِ حاضر کے موجودہ تمام اخبارات کے صدہا تجربات نے اس بات کو ناقابل انکار کردیا ہے کہ بہت سے مضامین اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اور جس شخص کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں اس غریب کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہ صورت کبھی تو قصداً کی جاتی ہے اور کبھی سہواً وخطأً ہوجاتی ہے اس لئے اگر کسی اخبار میں کسی شخص کے حوالہ سے کوئی مضمون یا واقعہ نقل کردیا جائے تو شرعاً اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر یہ واقعہ کسی کی مذمت یا مضرت یا عیب جوئی پر مشتمل نہ ہو تو پھر یہ ضعیف ثبوت بھی کافی ہے اور اس کو نقل کرکے شائع کردیا جائے۔

{۳}...... کسی شخص کے عیب یا گناہ کا واقعہ اگر حجت شرعیہ سے ثابت ہوجائے تب بھی اس کی اشاعت اور درج اخبار کرنا جائز نہیں بلکہ اس وقت بھی اسلامی فرض یہ ہے کہ خیر خواہی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا جائے، اگر سمجھانے کو نہ مانے اور آپ کو قدرت ہو تو بجبر اس کو روک دیں ورنہ کلمۂ حق پہنچا کر آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوجائیں، اس کی اشاعت کرنا اور رسوا کرنا علاوہ نہی شرعی کے تجربہ سے ثابت ہے کہ بجائے مفید ہونے کے ہمیشہ مضر ہوتا ہے اور اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر اپنے بھائی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ ثابت ہو تو اس کو رسوا نہ کرے بلکہ پردہ پوشی سے کام لے اور خفیہ اس کو سمجھائے کیونکہ یہی طرز زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔

{۴}...... البتہ اگر کسی مسلمان کا ایسا عیب یا گناہ حجت شرعیہ سے ثابت

ہوا کہ جس کا نقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور یہ اس سے مظلوم ٹھہرتا ہے تو پھر اس کی برائی کو علانیہ شائع کر سکتا ہے، اسی کے متعلق حق تعالی کا ارشاد ہے کہ:۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ......الاٰية (النساء: ۱۴۸)

اللہ تعالی برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتے مگر جس پر ظلم کیا گیا (وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کر سکتا ہے)

امام تفسیر مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی اس کو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی شخص کسی کی مذمت کرے یا شکایت کرے لیکن اگر کسی پر ظلم ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ ظالم کی شکایت کرے اور اپنے معاملہ کا اعلان کرے اور اس کے ظلم کو لوگوں پر ظاہر کرے (روح المعانی)

لیکن اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ عام اعلان واشاعت کے بجائے صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی دادرسی کر سکیں۔

{۵}......اگر کسی اخبار میں کوئی قابل تردید غلط مضمون کسی شخص کے نام سے طبع ہوا ہو تو اس کے جواب میں صرف اس پر اکتفاء کیا جائے کہ فلاں اخبار نے ایسا لکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے، اس شخص کی ذات پر کوئی حملہ نہ کیا جائے، کیونکہ ابھی تک کسی حجت شرعیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ واقع میں یہ مضمون اس شخص کا ہے۔

{۶}......جو خبر کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہو اس کی اشاعت جائز ہے مگر اس شرط سے کہ اس کی اشاعت کسی مسلمان کی خاص مصلحت یا عام مصلحت کے خلاف نہ ہو اور جس میں ایسا احتمال ضعیف بھی ہو تو بجز ان لوگوں کے جو عقل اور شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہوں عام لوگوں پر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہئے

کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نقصانات کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہنچی ہو، آیت ''وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِه '' میں ایسے ہی اخباروں اور جلسوں کی مضرت اور مذمت کو بیان فرمایا ہے (جیسا کہ اوپر گذرا) لیکن مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ اس کو بھی محض خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے۔

اس کی نقلی دلیل یہ ہے:۔

''من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه''۔

''انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے''۔

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ کوئی خبر مقصود نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کسی انشاء کا ذریعہ ہو کر مقصود کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور دراصل مقصود کوئی فعل ہوتا ہے جو اس خبر سے متعلق ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ نتائج اخبار کو بھی ذکر کر کے اس کے افادہ میں اضافہ کر دیا جائے، مثلاً آپ کسی شخص کے متعلق یہ خبر درج کرتے ہیں کہ اس نے چند ہزار روپے کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی دوسرے نیک کام میں صرف کیا تو اس کے بعد اس شخص کے لئے دعائے ترقی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کی ترغیب ذکر کر دی جائے یا مسلمانوں کی کسی جماعت یا ایک شخص کی مصیبت کا ذکر آیا تو خود بھی دعا کرے اور مسلمانوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے نیز یہ کہ جس سے ہو سکے اس کی مادی امداد بھی کرے، کسی کی موت کا ذکر کیا ہے تو لوگوں کو اس طرف متوجہ کرے کہ عبرت حاصل کریں اور اپنے لئے اسی وقت کے لئے سامان تیار کریں۔

اول تو کوئی واقعہ اور کوئی خبر دنیا میں ایسی کم ہوتی ہے جو نتیجہ خیز نہ ہو یا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ متصور نہ ہو لیکن اگر کوئی خبر ایسی بھی ہو تب بھی اس کو محض تفریحِ طبع کی مد میں ذکر کر دینا مضائقہ نہیں بلکہ یہ ایک درجہ میں شرعاً مطلوب ہے جب اعتدال کے ساتھ ہو اور حضرت نبی کریم ﷺ کا بعض اوقات مزاح (خوش طبعی) فرمانا اسی حکمت پر مبنی تھا۔

{۷}...... خلافِ شرع مضامین اور ملحدین کے عقائدِ باطلہ اول تو شائع نہ کیے جائیں اور اگر کسی ضرورت سے اشاعت کی نوبت آئے تو جس پرچہ میں وہ شائع ہوں اسی میں ان کی تردید اور شافی جواب بھی ضرور شائع کر دیے جائیں، آئندہ پرچہ پر اس کو حوالہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتے ہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گزرتے، خدانخواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہو گئے تو اس کا سبب شائع کرنے والا ہو گا۔

{۸}...... اگر مسلمانوں پر کافروں کے ظلم کی خبر شائع کرنا ہو تو جب تک اس ظلم کی نسبت کافروں کی طرف حجتِ شرعیہ سے ثابت نہ ہو اس طرح شائع کیا جائے کہ فلاں مقام کے مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں، مسلمان ان مظالم کا انسداد کریں اور جائز طریق پر ان کی جانی و مالی امداد کریں۔

{۹}...... اخبار کا ایڈیٹر ہمیشہ ایسا شخص ہے جو تمام علومِ اسلامیہ پر عبور رکھتا ہو یا کم از کم علماء سے رجوع کرنے کا پابند ہو اور مذہب سے ہمدردی رکھنے والا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ اخبارات اشاعتِ بے دینی و بے قیدی کا ایک کامیاب آلہ ہے۔

{۱۰}...... کسی ایسی کتاب کا جو دین کو مضر ہو یا ایسی دوا کا جو شرعاً حرام ہو یا

کسی ایسے معاملہ کا جو شرعاً فاسد ہو اشتہار نہ دیا جائے اور نہ اخبار میں تصویر بنائی جائے۔

یہ مختصر گذارش ہے جو محض دلسوزی اور ہمدردی پر مبنی ہے اگرچہ زمانہ کی مسموم ہوا میں کارگر ہونے کی توقع نہیں لیکن بایں اُمید کہ شاید خدا تعالیٰ کسی نیک بندے کو عمل اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں یہ سب عرض کردیا گیا وللہ الحمد۔

فکرِ خامس

آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے پس اصل کام اس کا شغل دینی ہے لیکن بضرورت اس شغلِ دینی کی اعانت اور تقویت کے لئے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرط اعتدال واباحت، پس اسی قاعدے کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرے سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے اور اس قاعدے کی معرفت کے لئے کتب ورسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی صحبت لازم سمجھے۔

(ماخوذ از" امداد الفتاویٰ ۴/۱۶۰ تا ۱۶۵)

وما علینا الا البلاغ

تمت الضمیمہ

۴ رشعبان ۱۳۴۹ھ (النور صفر ۱۳۵۰ھ ص ۳)

اشرف الاحکام

تتمہ امداد الفتاویٰ

حضرت تھانوی قدس سرہ کی بیسیوں کتب اور سینکڑوں مواعظ وملفوظات
سے اہم فقہی مسائل کا جامع اور مفید انتخاب

ازافادات

حکیم الامت حضرۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

جمع وترتیب

جناب حضرت محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہم

حکیم الامت حضرۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے

جلاء القلوب	یعنی	جام جمشید
رجاء الغیوب	یعنی	صبح امید
دواء العیوب	یعنی	شام خورشید

اشاعت حسب ہدایت

نمونہ سلف صالحین حضرۃ محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم

ادارہ اسلامیات کراچی لاہور

اکیس جلیل القدر تابعین کرام
رحمہم اللہ تعالیٰ

تالیف

حضرۃ مولانا محمد عبد الرحمان مظاہری
ناظم مجلس علمیہ حیدرآباد دکن

مجاز بیعت
حضرۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ادارہ اسلامیات
کراچی، لاہور

- حضرت اویس قرنیؒ
- حضرت ابو مسلم خولانیؒ
- حضرت ربیع بن خثیمؒ
- حضرت علقمہ بن قیسؒ
- حضرت اسود بن یزیدؒ
- حضرت قاضی شریحؒ
- حضرت عروہ بن الزبیرؒ
- حضرت سعید بن المسیبؒ
- حضرت سعید بن جبیرؒ
- حضرت عامر بن شراحیلؒ
- حضرت طاؤس بن کیسانؒ
- حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ
- حضرت حسن بصریؒ
- حضرت امام ابن سیرینؒ
- حضرت عطاء بن ابی رباحؒ
- حضرت ایاس بن معاویہؒ
- حضرت ابن شہاب زہریؒ
- حضرت ربیعۃ الرائیؒ
- حضرت سلم بن دینارؒ
- حضرت سلیمان اعمشؒ
- حضرت عامر تمیمیؒ